بسم الله الرحمن الرحيم　　نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم　　وعلىٰ عبده المسيح الموعودؑ

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

﴿المصلح الموعود﴾

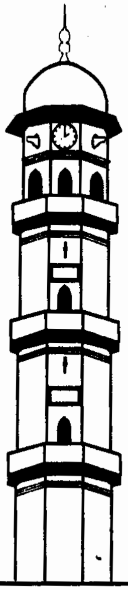

ماہنامہ

مشکوٰۃ

قادیان

مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا ترجمان

MONTHLY **MISHKAT** QADIAN

Title Photo :- Birmingham Mosque UK

جلد ۲۰　　شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۸۰ ہجری شمسی بمطابق مئی ۲۰۰۱ء

سالانہ بدل اشتراک

اندرون ملک: 100 روپے

بیرون ملک: 30 امریکن $

یا متبادل کرنسی

قیمت فی پرچہ: 10 روپے

اداریہ	2	دانتوں کی حفاظت	19
فی رحاب تفسیر القرآن	3	حضرت خالد بن ولیدؓ	23
کلام الامام	6	میں لڑکے کی ماں ہوں	27
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے…	7	معلومات	29
خلیفہ برحق کی صحیح پہچان	10	اخبار مجالس	30
تقویم ہجری شمسی کا اجراء (قسط 5)	14	وصایا	38

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے رسالہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے

نگران: محمد نسیم خان

صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

ایڈیٹر

زین الدین حامد

نائبین

نصیر احمد عارف

عطاء الٰہی احسن غوری

مینجر: طاہر احمد چیمہ

پرنٹر و پبلشر: منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے

کمپیوٹر کمپوزنگ: عطاء الٰہی احسن غوری، طاہر احمد آفتی، شاہد احمد ندیم، صمد احمد غوری

دفتری امور: طاہر احمد چیمہ

مقام اشاعت: دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

مطبع: فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان

Printed at Fazle Umar Printing Press Qadian and Issued from Office Majlis Khuddamul Ahmadiyya Qadian (Pb)

By Munir Ahmad Hafizabadi M.A Printer & Publisher.

اداریہ

مذہبی قوموں کی تعمیر میں اخلاق حسنہ کا کردار

سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 24 نومبر 1989ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں عالمگیر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا: "جماعت احمدیہ کا موجودہ دور ہے غیر معمولی اہمیت رکھنے والا دور ہے۔ مذہبی قومیں بغیر اخلاق کی تعمیر کے تعمیر نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے مذہبی قوموں کی تعمیر میں سب سے اہم بات ان کے اخلاق کی تعمیر ہے۔" حضور انور نے اس خطبہ میں پانچ بنیادی اور اہم اخلاق کی طرف توجہ دلائی۔ ان میں سے ایک سچائی ہے۔ جس کے بارہ میں کچھ بیان کرنا مقصود ہے۔

معزز قارئین! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ کہ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ چنانچہ جب ہم آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ تمام تر شعبہ ہائے زندگی میں اخلاق فاضلہ کے چوٹی کے مقام پر فائز ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے یہ گواہی دی کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہ آپ اعلیٰ و عظیم اخلاق پر فائز ہیں اور دوسری طرف آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ساری زندگی کے مطالعہ کے بعد یہ خلاصہ کیا "کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ" یعنی آپ ﷺ قرآن کریم میں بیان کردہ تمام اخلاق حسنہ کا مجسّم تھے۔

یوں تو قرآن کریم میں بے شمار اخلاق حسنہ کا ذکر فرمایا گیا ہے مگر "سچائی" کا خلق ایک ایسا خلق ہے جو تمام تر اخلاق حسنہ کے لئے بطور بنیاد کے ہے۔ اخلاق عالیہ کے بلند و بالا عمارت اسی بنیاد پر قائم کی جاتی ہے۔ اگر اس بنیادی صفت میں کمی آجائے، یا اس پہلو سے انسان کمزور ہو جائے تو اخلاق و روحانیت کی تعمیر ممکن نہیں۔ جو قومیں بلند و بانگ دعاوی تو کرتی ہیں لیکن اس بنیادی صفت کو فراموش کرتی ہیں وہ قومیں اپنے مقاصد کو نہیں پا سکتیں۔ بلکہ درمیان میں اٹھنے والے مصائب و مشکلات کی آندھیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے صفحہ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہیں۔ اس کے بالمقابل جو قوم بھی سچائی کو اپناتی ہے اپنے گفتار و کردار میں اعمال و اقوال میں سچائی کو اختیار کر لیتی ہے وہ اپنے اندر مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے کی زیادہ صلاحیت پاتی ہے۔ تمام تر مخالفانہ ماحول میں بھی ساحل عافیت کی طرف رواں ہوتی ہے۔

جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ سچائی کو دیگر تمام اخلاق کے مقابل پر بنیادی حیثیت حاصل ہے آج کی ترقی یافتہ قوم میں نظر انداز کی ہوئی ہے۔ اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ جھوٹ، جھوٹی گواہی، ملمع سازی وغیرہ اصول ان کے تہذیب و تمدن کا حصہ بن چکے ہیں۔ ستم بالائے کہ ستم یہ ہے کہ وہ امت جس کو خیر امت کہا گیا ہے وہ بھی ان قوموں کی تقلید میں اس بنیادی خلق سے صرف نظر کی ہوئی ہے۔ ان کے فلسفے جھوٹ پر مبنی ہیں ان کا نظام حیات جھوٹ پر مبنی ہے ان کی اقتصادیات جھوٹ پر

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (العلق)

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کبیر سے ماخوذ

دوسری قسط

فی رحاب تفسیر القرآن

" غرض اقرأ باسم ربک الذی خلق میں ایک طرف تو شرک کا رد کر دیا گیا ہے اور دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کی درستی کا اعلان کر دیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ صحیح عقائد اور صحیح خیالات وہی ہیں جو اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے متعلق رکھتا ہے لوگوں کے خیالات درست نہیں ہیں۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ " وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى " میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ پہلے گمراہ تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی ان معنوں کا غلط ہونا تو آیت مذکورہ کی تفسیر میں بتایا جا چکا ہے لیکن اس کی ایک تردید آیت " اِقْرَاْ " سے بھی نکلتی ہے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ ہوتے تو خدا تعالیٰ کو پہلی وحی میں یہ کہنا چاہئے تھا کہ جو کچھ تو میرے متعلق سمجھ رہا تھا وہ غلط ہے اب میں تجھے بتاتا ہوں کہ صحیح عقیدہ کونسا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خیال کی تردید نہیں فرمائی۔ آپ کے کسی عقیدہ کو باطل قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا کہ جو کچھ تو نے ہمارے متعلق سمجھا ہے وہ درست ہے اور جو کچھ لوگ سمجھ رہے ہیں وہ غلط ہے پس اس آیت نے بھی بتادیا کہ " وَجَدَكَ ضَآلًّا " کے وہ معنی بالکل غلط ہیں جو دشمنان اسلام کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں پس یہاں ربک کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں بیان کر دیں۔ شرک کا بھی رد کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نزول الہام کے متعلق تھا وہی درست تھا تبھی فرمایا کہ " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ " جا اور اپنے رب کے نام کا دنیا میں اعلان کر۔

بعض لوگوں نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ اس جگہ اقرا اسم ربک کہنا چاہئے تھا " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ " کیوں کہا گیا ہے اس کا جواب نحوی یہ دیتے ہیں کہ باء یہاں زائدہ ہے یعنی تاکید کی باء ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عربی زبان میں باء بعض دفعہ زائد بھی آجاتی ہے اور اگر ہم اس کو زائدہ قرار دیں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں جب کسی فقرہ میں باء زائدہ آجاتی ہے تو اس کے معنوں میں زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے اس لحاظ سے " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ " کے یہ معنے ہوں گے کہ تو اپنے رب کا نام خوب اچھی طرح لے اور خوب اچھی طرح دنیا میں اس کا اعلان کر مگر میرے نزدیک یہاں باء زائدہ نہیں بلکہ استعانت کے لئے استعمال ہوئی ہے یعنی تو اپنے رب کے نام کی مدد کے ساتھ جس نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ ایسا کر

پولیس جب کسی کی خانہ تلاشی کے لئے آتی ہے تو کہتی ہے حاکم کے نام پر دروازہ کھولا جاتا ہے مطلب یہ ہوتا ہے کہ حاکم وقت نے ہم کو اتھارٹی Authority دی ہے جس کے ماتحت ہم

یہ کام کر رہے ہیں۔ اگر تم ہمارے اس کام میں روک بنو گے تو حکومت کے مجرم قرار پاؤ گے۔ چنانچہ پولیس اگر کسی چوری کی تفتیش کے سلسلہ میں کسی کے مکان کی تلاشی لینا چاہے اور مالک مکان انکار کر دے تو اس پر مقدمہ دائر ہو جاتا ہے کہ اس نے سرکاری افسروں کے کام میں روکاوٹ ڈالی اور حاکم وقت کی اتھارٹی کے باوجود اپنے گھر کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا جس طرح دنیا میں پولیس حاکم وقت کی طرف سے اختیارات حاصل کر کے کسی کے مکان پر جاتی ہے اسیطرح فرماتا ہے" اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ" اپنے رب کے نام کے ساتھ دنیا میں کھڑا ہو اور ان سے کہہ کہ مجھے ان باتوں کے پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اگر تم انکار کرو گے تو میرا انکار نہیں کرو گے بلکہ اس کا انکار کرو گے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس کے نام کے ساتھ تمہارے سامنے میں اپنی رسالت کا اعلان کر رہا ہوں۔ گو ربک کا لفظ استعمال کر کے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کی صحت کا اعلان کیا گیا وہاں باسم ربک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اظہار کیا گیا ہے۔ رسول یہی کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا گیا ہے اور میں اسی کے نام کے ساتھ اپنے دعاوی تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔

غرض پہلی وحی میں ہی باسم ربک کہہ کر ایک طرف تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کی درستی کا اعلان کر دیا اور دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اعلان کر دیا اور بتا دیا کہ یہ جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ ہماری طرف سے کہتا ہے۔ اس تشریح کو ملحوظ رکھتے ہوئے" اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ" کے یہ معنی ہونگے کہ تو اپنے اس رب کے نام کا جس کو صرف تو ہی اس زمانہ میں صحیح طور پر سمجھتا ہے دنیا میں اعلان کر اور لوگوں کو بتا کہ باقی تمام تشریحات رب کی اس کے مقابل میں باطل ہیں۔ اسی طرح تو دنیا میں اس تعلیم کا اعلان کر جو ہم تجھ پر نازل کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تعلیم صرف تیرے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ یہ تعلیم لکھی جائے گی پڑھی جائے گی اور بار بار پڑھی جائے گی پس تو ایک فرد کی حیثیت سے اس کو نہ پڑھ بلکہ اس حیثیت سے پڑھ کہ خدا نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں یہ تعلیم ساری دنیا کے سامنے پیش کروں۔ ہم تیرے ساتھ ہیں اور ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ تو ہمارا سچا رسول ہے۔ گویا" اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ" میں وہ تمام مفہوم آگیا جو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ رسولہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اقرا باسم ربک تو دوسرے الفاظ میں اس کلمۂ شہادت کا اعلان کر دیا گیا کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ رسولہ یعنی میں اس خدائے واحد کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں جس کا علم مجھے حاصل ہے اور جو صحیح اور سچا علم ہے۔ میں اس کے نام پر تمہیں اس کی وحدانیت پر ایمان لانے کا پیغام دیتا ہوں اگر تم میری اس بات کو نہیں مانو گے تو اللہ تعالیٰ کے حضور مجرم اور گنہگار قرار پاؤ گے کیونکہ میں اس کا رسول ہوں اور میں اس کے نام پر کھڑا ہوا ہوں مجھے کہا گیا ہے کہ میں اس تعلیم کو چھپا کر نہ رکھوں بلکہ دنیا میں پھیلاؤں اور ہر فرد کے کان تک اللہ تعالیٰ کی اس آواز کو پہنچاؤں۔ غرض پہلے دن ہی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کلمۂ شہادت کو پوشیدہ رکھ دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ تو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا ہے دنیا میں یہ اعلان کر کہ تو خدا تعالیٰ کا رسول ہے۔ تیرا نظریہ ربوبیت الٰہی ہی سچا نظریہ ہے اور اس کلام کو دنیا

تک پہنچانا تیرا فرض ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ" اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ " کے بعد" الَّذِیْ خَلَقَ " کے الفاظ کا اضافہ اللہ تعالیٰ نے کیوں کیا ہے؟ اگر خالی اتنا ہی کہا جاتا کہ اقرا باسم ربک تب بھی رب کے مفہوم میں خلق کے معنی آجاتے کیونکہ عربی زبان میں رب کے معنی اس ذات کے ہیں جو انسان کو پیدا کر کے اسے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جاتی ہے۔ پس چونکہ یہ مفہوم ربّ کے لفظ نے ادا کر دیا تھا اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ" الَّذِیْ خَلَقَ " کے الفاظ کا اضافہ اپنے اندر کیا حکمت رکھتا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گو ربوبیت کے معنی انسان کو پیدا کر کے اسے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے کے ہیں مگر یہ بھی ہر زبان میں قاعدہ ہے کہ کبھی الفاظ اپنے پورے معنوں میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ جزوی معنوں میں بھی استعمال ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ باوجود ان معنوں کے عرب دوسروں کو بھی رب کہہ دیا کرتے تھے۔ مثلاً عربی زبان میں سردار کو بھی رب کہہ دیتے ہیں اس لئے کہ جزوی طور پر وہ قوم کی ربوبیت کرتا ہے یا مثلاً ربی کا لفظ عبرانی زبان میں عالم دین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ اور استاد وغیرہ بھی ایک قسم کے رب ہوتے ہیں کیونکہ وہ انسان کی جسمانی یا علمی ربوبیت کا موجب بنتے ہیں۔ پس اگر صرف اتنا ہی کہا جاتا کہ اقرا باسم ربک تو انسانی ذہن اس طرف جا سکتا تھا کہ ممکن ہے رب کا لفظ یہاں جزوی معنوں میں استعمال ہؤا ہو اور اگر اس طرف ذہن نہ جاتا تو بہر حال ایک شبہ سا رہتا کہ نہ معلوم رب کا لفظ یہاں جزوی معنوں میں استعمال ہؤا ہے۔ یا اصل معنوں میں۔ کیونکہ ماں باپ بھی رب ہوتے ہیں۔ استاد بھی رب ہوتا ہے۔ بادشاہ بھی رب ہوتا ہے، پھر پیر بھی ایک قسم کا رب ہوتا ہے۔ اور عربی زبان میں ان سب کے لئے رب کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پس چونکہ یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ نہ معلوم یہاں رب کا لفظ جزوی معنوں میں استعمال ہؤا ہے یا اپنے وسیع معنوں میں۔ اس لئے خلق کا لفظ بڑھا کر بتا دیا کہ ہم ربوبیت کو اس کے وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تو اس رب کا نام لے جس نے خلق کے مقام سے مخلوق کو اٹھا کر ترقی دینی شروع کی ہے۔ (جاری)

"اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو! اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو اور اگر تمہیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں تو اس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔"

(نزول المسیح: روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ :75-474)

کلام الامام

''اس پُر آشوب زمانہ میں تقویٰ اختیار کریں''

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف ضلالت، غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے تقویٰ اختیار کریں۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں ہے۔ حقوق اور وصایا کی پروانہیں ہے۔ دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک ہے۔ ذرا سا نقصان دنیا کا ہوتا دیکھ کر دین کے حصہ کو ترک کردیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ یہ سب باتیں مقدمہ بازیوں اور شرکاء کے ساتھ تقسیم حصہ میں دیکھی جاتی ہیں۔ لالچ کی نیت سے ایک دوسرے پیش آتے ہیں۔ نفسانی جذبات کے مقابلہ میں بہت کمزور واقع ہوئے ہیں۔ اس وقت تک کہ خدا نے ان کو کمزور رکھا ہے گناہ کی جرأت نہیں کرتے مگر جب ذرا کمزوری رفع ہوئی اور گناہ کا موقع ملا تو جھٹ اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آج اس زمانہ میں ہر ایک جگہ تلاش کرلو۔ تو یہی پتہ ملیگا کہ گویا سچا تقویٰ اٹھ گیا ہوا ہے اور سچا ایمان بالکل نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور ہے کہ ان کے سچے تقویٰ اور ایمان کا تخم ہرگز ضائع نہ کرے۔ جب دیکھتا ہے کہ اب فصل بالکل تباہ ہونے پر آتی ہے تو اور فصل پیدا کردیتا ہے۔

وہی تازہ بتازہ قرآن موجود ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔ انا نحن نذلنا الذکر وانا له لحافظون بہت سے حصہ احادیث کا بھی موجود ہے اور برکات بھی ہیں مگر دلوں میں ایمان اور عملی حالت بالکل نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے مبعوث کیا ہے کہ یہ باتیں پھر پیدا ہوں۔ خدا نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اس کی الوہیت کے تقاضے نے ہرگز پسند نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے اور لوگ ایسے ہی دور رہیں اس لئے اب ان کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے ہماری تبلیغ ہے کہ تقویٰ کی زندگی حاصل ہوجاوے۔

(ملفوظات جلد 4 ص395)

معاند احمدیت، شریر فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔ آمین

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ گزشتہ قسط تک براہین احمدیہ چہار حصص کی تلخیص مکمل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب آپ کے سامنے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف سُرمہ چشم آریہ کا خلاصہ شروع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے احباب اس سے مستفید ہونگے۔

حضور علیہ السلام کی یہ تصنیف نہایت ہی عظیم الشان تصانیف میں سے ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے اسلام کی حقانیت کو نہایت ہی مدلل رنگ میں ثابت کیا ہے اور قرآن مجید کے معجزات اور نبی معصوم کی افضلیت کا نہایت خوبی سے ذکر فرمایا ہے اور آریوں کے اعتراضات کا نہایت عمدگی سے رد فرمایا ہے اوران کے جملہ عقائد باطلہ کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اسلام کی برتری تمام مذاہب پر ظاہر فرمائی ہے۔

خدا تعالیٰ کی حمد وثنا وصلوٰۃ علی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۸۶ء میں جب کہ آپ ہوشیار پور میں مقیم تھے آپ کے پاس لالہ مرلیدھر ڈرائینگ ماسٹر جو کہ آریہ سماج ہوشیار پور کے ایک اعلیٰ رکن تھے آئے اور عرض کی کہ اسلام کے متعلق ان کے چند اعتراضات ہیں ان کا جواب دیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمایا اور ساتھ ہی یہ شرائط طے پائیں کہ یہ ایک مذہبی مباحثہ کے رنگ میں ہوگا اور دونوں فریقین کو سوال کرنے کی اجازت ہوگی نیز جواب الجواب کے جواب تک بحث ختم نہ ہوگی۔ تا کہ جب کوئی شخص دونوں کے اعتراضات وجوابات کو سن لے تو اس کے سامنے دین حق کی سچائی واضح طور پر ثابت ہو جائے۔ لالہ مرلیدھر نے یہ شرائط منظور کر لیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مباحثہ تو شروع ہوا مگر لالہ جی حضور علیہ السلام کے دلائل کو نہ تو توڑ سکے اور نہ ہی حضور علیہ السلام نے جو سوالات ان سے کئے ان کا جواب ان سے بن پڑا۔ اور لاکھ سمجھانے پر کبھی زیادہ رات ہو جانے کا بہانہ کر کے اور کبھی سماج کا وقت ہو گیا ہے کہہ کر مجلس چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر لالہ جی کی اس گھبراہٹ اور مجلس کے چھوڑ کر چلے جانے نے تمام مسلمانوں اور ہندوؤں اور جو بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے جو کافی تعداد میں تھے پر اسلام کی سچائی ثابت ہوگئی۔

سب سے پہلا اعتراض جو کہ لالہ مرلیدھر نے کیا وہ یہ تھا کہ شق القمر کا معجزہ یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا جو معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تھا ایک غلط واقعہ گھڑ لیا گیا ہے اور یہ قانون قدرت کے خلاف ہے اور تاریخ میں بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حضور علیہ السلام نے اس تصنیف میں جس عمدہ رنگ میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ اس کے بعد اس اعتراض کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں اور کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

قبل اس کے کہ جو حضور علیہ السلام نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے وہ تحریر کیا جاوے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس حاشیہ کا جس کو حضور نے یہاں تحریر فرمایا ہے اس کا بھی بیان کر دیا جائے تا کہ معجزات کی حقیقت واضح ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ خارق عادت امر کیا ہوتا ہے اور یہ کیوں ظاہر ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

"معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں۔(۱) معجزات عقلیہ (۲) معجزات علمیہ (۳) معجزات برکات روحانیہ (۴) معجزات تصرفات خارجیہ"

(روحانی خزائن جلد ۲ ص ۱۲ حاشیہ)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان میں سے پہلے تین معجزات ایسے ہیں جن کا قرآن شریف کی ذات سے تعلق ہے اور چوتھی قسم کے معجزہ کا قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں۔

قرآن مجید پہلے تین معجزات کو بار بار اپنی صداقت کے طور پر پیش کرتا ہے۔

(۱) پہلے معجزہ یعنی معجزات عقلیہ کی طرف یہ ایت اشارہ کرتی ہے:

لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ہٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیْرًا۔

یعنی ان منکرین کو کہہ دے کہ اگر تمام جن وانس یعنی تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہیئے تو وہ ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہوں گے کہ ایسی ہی کتاب انہیں ظاہری باطنی خوبیوں کی جامع بنا سکیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔اس ایت میں قرآن شریف کے بے مثل ہونے کا معجزہ بیان کیا گیا ہے۔کہ دنیا کے تمام دماغ اور عقلیں اکٹھی ہو بھی جائیں تو اس کی مثل نہیں بنا سکتیں۔

(۲) معجزات علمیہ کی طرف یہ ایت اشارہ کرتی ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ

یعنی اس کتاب (قرآن شریف) سے کوئی دینی حقیقت باہر نہیں رہی بلکہ یہ جمیع حقائق ومعارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ

یعنی ہم نے یہ کتاب (قرآن شریف) تمام علوم ضروریہ پر مشتمل نازل فرمائی ہے۔

(۳) اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا ہٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُہَا لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ

یعنی یہ قرآن جو تم پر اتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو خشوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جاتا اور یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لئے غور اور فکر کریں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:"یہ تو قرآن شریف میں ان اعجازی کمالات کا ذکر ہے جو خود اس کے نفس نفیس میں پائے جاتے ہیں۔لیکن بایں ہمہ تصرفات خارجیہ کے اعجاز بھی قرآن مجید میں بکثرت درج ہیں اور اس قسم کے معجزات جمال قرآنی کے لئے بطور اس زیور کے ہیں جو خوبوں کو پہنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس خوبصورتی زیور کے محتاج نہیں گو اس سے حسن کی آب و تاب کسی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔"

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ معجزات خارجیہ کئی اقسام کے ہیں۔ایک تو یہی شق القمر کا ہی معجزہ ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر آن حفاظت فرمائی اور فتح بخشی وہ بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔

آگے حضور علیہ السلام معجزات کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ معجزہ خدا تعالیٰ کے افعال میں سے ایک ایسا فعل ہے جسے خارق عادت کہنا چاہئے۔اور جو لوگ عام سفلی انسانی زندگی کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی راہ میں آگے بڑھتے ہیں اور اپنے نفس کے حجابوں کو چیر کر عشق ومحبت میں بہت دور تک چلے

جاتے ہیں تب خدا تعالیٰ کا ان کے ساتھ ایک عجیب معاملہ نظر آتا ہے اگر ہم اس سلوک کا موازنہ عام حالات انسانی سے کریں تو ہمیں یہ ایک خارق عادت امر دکھائی دیتا ہے۔

ایک طرف تو بندہ کی اپنے خدا تک پہنچنے کی تمام کاوشیں بھی خارق عادت نظر آتی ہیں دوسری طرف خدا سے اس کا سلوک بھی پھر معجزانہ و خارق عادت ہو جاتا ہے۔مگر یہ خارق عادت سلوک بھی اس کی قدرت میں شامل ہے ایسا نہیں کہ وہ ایسا فعل دکھاوے جو کہ قوانین قدرت ازلیہ کے عین برخلاف ہو۔جس جس طرح خدا تعالیٰ سے محبت اور فنائیت کے رشتہ میں آگے سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کا سلوک بھی اس بندہ سے مزید سے مزید تر خارق عادت ہوتا چلا جاتا ہے۔اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور عشق کے سب سے انتہائی اعلیٰ مقام پر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کا جو خارق عادت سلوک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا وہ بھی سب سے بڑھ کر خارق عادت تھا اور اس کی کوئی مثال علاوہ اس کے نہیں ملتی۔

اب اس حاشیہ کے اختتام کے بعد ہم واپس اس اعتراض کی طرف آتے ہیں جو ماسٹر صاحب نے پیش کیا تھا یعنی شق القمر کے معجزہ کے متعلق!

☆ ماسٹر صاحب اس کو خلاف قدرت بیان کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ آج کل انگریزی فلسفہ کے پھیلنے کی وجہ سے تمام لوگ اسی بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ جن عجائبات سماوی وارضی کو انہوں نے بچشم خود نہیں دیکھا یا اپنے فلسفہ کی کتب میں ان کا نشان نہیں دیکھا وہ قانون قدرت کے خلاف ہیں۔حضور علیہ السلام بیان فرماتے ہیں

''اوّل ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ اہل اسلام کی نظر میں ایسا امر نہیں ہے کہ جو مدار ثبوت اسلام اور دلیل اعظم حقانیت کلام اللہ کا ٹھہرایا گیا ہو بلکہ ہزار ہا شواہد اندرونی و بیرونی و صد ہا معجزات ونشانوں میں سے یہ بھی ایک قدرتی نشان ہے جو تاریخی طور پر کافی ثبوت اپنے ساتھ رکھتا ہے جس کا ذکر آئندہ عنقریب آئیگا۔سو اگر تمام کھلے کھلے ثبوتوں سے چشم پوشی کر کے فرض بھی کر لیں کہ یہ معجزہ ثابت نہیں ہے اور ایت کے اس طور پر معنی قرار دیں جس طور پر حال کے عیسائی و نیچری یا دوسرے منکرین خوارق کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی اگر کچھ حرج ہے تو شاید ایسا ہے کہ جیسے بیس کروڑ روپیہ کی جائیداد میں سے ایک پیسے کا نقصان ہو جائے۔پس اس تقریر سے ظاہر ہے کہ اگر بفرض محال اہل اسلام تاریخی طور پر اس معجزہ کو ثابت نہ کر سکیں تو اس عدم ثبوت کا اسلام پر کوئی بد اثر نہیں پہنچ سکتا''

اب حضور علیہ السلام معجزہ شق القمر کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ماسٹر صاحب نے جو اعتراض کیا ہے ان کے پاس یہی ایک ٹوٹا پھوٹا ہتھیار ہے کہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قبل اس کے کہ ہم تاریخ سے اس واقعہ کے ثبوت پیش کریں ان کے اس ہتھیار کو توڑ دیں۔قانون قدرت کے متعلق ایک طرف تو ہمارا یہ ماننا ہے کہ یہ غیر متناہی ہیں اور غیر محدود ہیں مگر دوسری طرف ان کا نظریہ ہے کہ جس بات کا ثبوت ان کو اپنی فلسفہ کی کتابوں میں نہ ملے یا اس کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو جھوٹ جانتے ہیں حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہر ایک نئی بات جو ظہور میں آوے پہلے ہی اپنی عقل سے بالاتر دیکھ کر اس کو رد نہ کریں بلکہ خوب متوجہ ہو کر اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں۔اگر وہ ثابت ہو تو قانون قدرت کی فہرست میں اس کو بھی داخل کر لیں اور اگر وہ ثابت نہ ہو تو صرف اتنا کہہ دیں کہ ثابت نہیں مگر اس بات کے کہنے کے ہم ہرگز مجاز نہیں ہونگے کہ وہ امر قانون قدرت سے باہر ہے۔

(جاری)

خلیفہ برحق کی صحیح پہچان

از: سید قیام الدین برق مبلغ سلسلہ بنارس

'امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اپنی ایک تالیف میں امام وقت کی ضرورت اور اس کی اہمیت پر طول طویل تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"پانچ وقت کی جماعت نماز میں جماعتی نظام کا پورا پورا نمونہ مسلمانوں کو دکھلایا گیا کیونکہ نماز ہی وہ عمل عظیم ہے جو اسلام کے تمام عقائد و اعمال کا جامع ترین نمونہ ہے کس طرح سینکڑوں ہزاروں منتشر افراد مختلف مقاموں، مختلف جہتوں، مختلف شکلوں اور مختلف لباسوں میں آتے ہیں، لیکن یکا یک صدائے تکبیر کے سب انتشار ایک کامل اتحادی جسم میں تبدیل کر دیتی ہے یہاں تک کہ ہزاروں اجزاء کا یہ منتشر مواد بالکل ایک جسم واحد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ سب کے وجود ایک ہی صف میں جڑے ہوئے سب کے کاندھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے سب کے قدم ایک ہی سیدھ میں سب کے چہرے ایک ہی جانب قیام کی حالت ہے تو سب ایک جسم واحد کی طرح کھڑے ہیں۔ جھکاؤ ہے تو سب صفیں بیک وقت جھکی ہوئی ہیں۔ ظاہر کے ساتھ باطن بھی یکسر متحد سب کے دل ایک ہی یاد میں محو، سب کی زبانیں ایک ہی ذکر میں مترنم۔ پھر دیکھو سب کے آگے صرف ایک ہی وجود امام نظر آتا ہے۔ جس کے اختیار میں جماعت کے تمام اعمال و افعال کی باگ ہوتی ہے۔ جب چاہے سب کو جھکا دے جب چاہے سب کو اکٹھا کر دے۔"

(بحوالہ مسئلہ خلافت مولف مولانا ابوالکلام آزاد اعتقاد پبلشنگ ہاؤس مطبوعہ نئی دہلی فروری ۱۹۸۷ء ص ۵۳)

آگے چل کر اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے عالم اسلام کو بیدار کرنے کے لئے ضرورت امارت ضرورت خلافت ضرورت امامت کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"........جماعت بے سود ہے اگر اس کا نظام نہ ہو اور کوئی سردار اور راہنما نہ ہو۔ تم پانچ آدمیوں کی بھی کوئی مجلس منعقد کرتے ہو تو سب سے پہلے ایک پریزیڈنٹ کا انتخاب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ جب تک کسی کو صدر مجلس نہ مان لیں گے یہ پانچ آدمیوں کی مجلس بھی باقاعدہ کام نہ کر سکے گی۔ فوج ترتیب دیتے ہو تو دس آدمیوں کو بھی بغیر ایک افسر کے نہیں چھوڑتے اس کی اطاعت ماتحتوں کے لئے فرض سمجھتے ہو اور یقین کرتے ہو کہ بغیر اس کے فوج کا نظام نہیں رہ سکتا۔ پانچ دس آدمی بھی اگر بغیر امیر کے کام نہیں کر سکتے تو قومیں کیوں کر اپنے فرائض بلا امیر کے انجام دے سکتی ہے؟"

(مسئلہ خلافت ص ۵۹

بلاشبہ مولانا آزاد کے یہ واضح بیانات کسی مزید تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ مسلمانوں کی بہبودی اور بھلائی کا راز اسی میں ہے کہ وہ خلیفہ وقت امام وقت کو تلاش کریں اور اس کے دامن سے وابستہ ہو کر اسلام کی فتح اور مکمل غلبہ کے لئے کوشاں ہو جائیں اور بس! ہاں ہاں یہی وہ حیات آفریں و زندگی بخش پیغام ہے جس کو کہ قرآن پاک نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا(الآیۃ)

اب تک کے بیان میں راقم الحروف نے ضرورت امام وضرورت خلافت پر ہی روشنی ڈالی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامِ وقت وخلیفہ وقت خلیفہ برحق کی شناخت اور پہچان کس طرح ہو۔اس تعلق میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لٹریچروں میں بہت کچھ مواد مل سکتا ہے جس کو کہ ربانی علماء قرآن حدیث اور سیرتوں کی کتابوں کی روشنی میں ٹھوس حقائق پر مشتمل قابل قبول نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ ذوقی اجتہادات پیش کر کے مؤمنین کے قلوب کو فتح کرتے آئے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی امام مہدی علیہ السلام کے بتائے ہوئے اس مقدس نہج کے مطابق قلوب مؤمنین کو فتح کرتے جائیں گے۔قارئین کرام تو پھر لیجئے اسی ضمن میں ایک جدید نادر حوالہ پیش خدمت ہے:-

''صحیح خلیفہ کی پہچان کیا ہے؟ یہ کہ جو شخص تمام دنیا سے علوم ظاہری اور علم باطن اور تمام علوم سے باخبر ہوگا۔اور تمام دنیا کے عقلمندوں سے زیادہ عقلمند ہوگا اور اللہ کی قوت اس کے ساتھ ہوگی۔ یہ مختصر پہچان صحیح خلیفہ کی عرض کی گئی ہے اب ہدایت یا تو خلیفہ وقت سے یا جو کوئی اہل اللہ خلیفہ وقت سے کامیاب ہو چکا ہو اس سے ہوگی۔پس اس سے بھی ہدایت ہوسکتی ہے مگر یہ ولی اللہ بھی اطاعت کرے گا خلیفہ وقت کی اور خلیفہ وقت اور ولی اللہ کی اطاعت جو کوئی بندۂ خدا کرے گا تو حقیقت میں اس کی اطاعت نہیں ہے بلکہ سلسلہ بسلسلہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی جو اطاعت ہے وہ اللہ کی اطاعت ہے اس لئے اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں پانچویں پارہ سورۃ النساء کے آٹھویں رکوع میں ارشاد فرمایا: اَطِیعُوا اللّٰہَ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت کرو صاحب امر کی یعنی خلیفہ کی جو تم سے یعنی تم میں سے ہو۔تو حقیقت میں خلیفہ کی جو اطاعت ہے وہ خلیفہ کی نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت ہے اور خلیفہ کے ہاتھ پر جو بیعت کی جاتی ہے وہ خلیفہ کا ہاتھ نہیں بلکہ اللہ کا ہاتھ ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں چھبیسویں پارہ سورۃ الفتح کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے کہ:"یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیہِم یعنی اللہ کا ہاتھ اوپر ہاتھ ان کے"

(بحوالہ کتاب "چراغ رہنمائے جہاں" مصنفہ حضرت ذوالفقار علی شاہ صاحب صفوی بریلوی ص 5 باہتمام ہبن خان باردوئم مطبع احتشامیہ پریس مراد آباد میں چھپا 1930ء)

سبحان اللہ کس دلچسپ انداز اور پر حکمت طریق پر نہایت ادب دتاب اور صفائی سے خلیفہ برحق کی نشان اور علامات وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔صرف اسی پر مصنف نے اکتفاء نہیں کیا کہ خلیفہ برحق کی علامات نشانی بیان کر کے خموش رہ گئے ہوں نہیں بلکہ آگے لکھتے ہیں:

"تو اب مناسب ہے کہ عوام الناس کو کہ خلیفہ وقت کو تلاش کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا کہ

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گردل میں ہو خوف کردگار

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسی مضمون کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے "خلیفہ برحق" کے حوالہ سے متعلق ایک ایمان افروز واقعہ بیان کردوں۔عربی کا ایک مشہور محاورہ ہے کُلُّ اَمرٍ مَرہُونٌ بِاَوقَاتِہَا۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب خاکسار 1990ء صوبہ آسام میں بحیثیت مبلغ سلسلہ خدمت دین کی توفیق پا رہا تھا۔تب آسام کے معروف اور خوبصورت شہر ''ڈبروگڑھ'' سے خاکسار کو یہ کتاب ''چراغ رہنمائے جہاں'' ایک غیر احمدی دوست کے گھر

سے ملی۔ یہ غیر احمدی دوست خاکسار کے زیر تبلیغ تھے۔ سلسلہ کے لٹریچروں کے مطالعہ سے بہت متاثر بھی تھے جماعتی لٹریچر اور حضرت اقدس امیر المؤمنین کے خطبات کو پڑھ کر دادِ تحسین بھی دیتے تھے ان کی آنکھیں کئی بات پر نم بھی ہو جاتی تھیں مگر یہ باقاعدہ بیعت کر کے حلقہ احمدیت میں آنے کو رضامند نہ ہوتے تھے۔ جب بھی ان کو کہا جاتا کہ جب آپ احمدیت سے اس قدر عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں تو پھر باقاعدہ بیعت ہی کیوں نہیں کر لیتے؟ موصوف جواب نفی میں دیتے ہوئے ایک ہی جملہ کہہ دیتے رہے کہ جب میں نے محمد رسول اللہ کی بیعت کی ہوئی ہے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر میرا ایمان ہے تو پھر اور کسی کی بیعت کی کیا ضرورت؟ ہاں ٹھیک ہے احمدیت کی تعلیم عمدہ ہے اور قابل ستائش بھی۔ قدرت کے کرشمے بھی عجیب ہیں۔ اچانک موصوف کو اپنے پرانے کتب خانہ سے مذکورہ بالا کتاب ہاتھ لگی جس میں آپ نے خلیفہ برحق کی علامات پڑھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اس کی بیعت لازمی ہے۔ تب موصوف از خود خاکسار کے پاس کشاں کشاں مسکراتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ میں سمجھ گیا، سمجھ گیا۔ میری بیعت لے لیں۔ بس میں نے بیعت لے لیں۔ بس اس کے بعد پھر وہ دوست اپنی فیملی کے ساتھ داخل سلسلہ ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اب خاکسار اپنے نفسِ مضمون کو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان پر ختم کرتا ہے:-

''خلافت اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔ اور اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ خلفاء کے ذریعہ اسلام نے ترقی کی ہے۔ اور آئندہ بھی اسی کے ذریعہ سے ترقی کرے گا۔ اور ہمیشہ خدا تعالیٰ خلفاء مقرر کرتا رہا ہے اور آئندہ بھی خدا تعالیٰ ہی خلفاء مقرر کرے گا۔''

(بحوالہ تفسیر سورۃ النور ص 71 درس القرآن)

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE

NASIR SHAH

GANGTOK - SIKKIM

Watch Sales & Service
All Kind of Electronics
Export & Import Goods &V.C.D and
C.D Players are Available Here
Near Ahmadiyya Mission Gangtok

Ph: 03592 - 26107
03592 - 81920

RABWAH WOOD INDUSTRIES

Dealers In :
ROUND TIMBER, TEAK POLES
SWAN SIZES, FIRE WOOD
&
Manufacture of :
WOODERS FURNITURE DOORS
WINDOWS
&
BUILDING MATERIALS etc.

Mahdi Nagar, Vaniyambalam
Distt. Malappuram, KERALA
Pin - 679339

تقویم ھجری شمسی کا اجراء۔۔۔۔۔ 5

ماہ ھجرت بمقابل مئی

اعتماد: کتابچہ شان خاتم النبیین

از عزیزہ منصورہ اللہ دین حیدرآباد

یہ شمسی مہینہ جس کا نام عیسوی سن کے لحاظ سے مئی ہے اس میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت مدینہ منورہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس مہینے کا نام ہجرت تجویز فرمایا۔

ہجرتِ مدینہ منورہ تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ انقلابی دور ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہاں بھی قرآن مجید کا نزول جاری رہا اور احکام شریعت نازل ہوتے رہے۔ جو بنی نوع انسان کے روحانی واخلاقی، تمدنی و معاشرتی، اقتصادی و سیاسی امور کے متعلق ایک کامل و جامع اور ابدی آئین کی حیثیت رکھتے ہیں اسی دور میں اسلام کی ترویج واشاعت اور تبلیغ و تربیت کے تاریخ ساز مواقع میسر آئے۔ یہی وہ دور ہے جو آخر کار صلح وآشتی اور امن و سلامتی کی پائیدار بنیادوں پر استوار ہوا اور ملک عرب میں اوّلاً اور ساری دنیا میں ثانیاً غلبہ اسلام پر منتج ہوا۔ اور آٹھ سال کے قلیل عرصہ میں اپنے وطن سے بے وطن کئے جانے والے ہمارے پیارے آقا سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکہ کی سرزمین میں جہاں انتہائی کسمپرسی اور بے سروسامانی کے عالم مین آپ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا فاتحانہ انداز میں اپنے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ داخل ہوئے۔ انہی امور کے پیش نظر سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے اسلامی سن کا آغاز ہجرت نبوی سے فرمایا۔

آیئے اب ہم یہ دیکھیں کہ ہجرت مدینہ کے وقت جہاں قدم قدم پر زندگی خطرات میں گھری ہوئی نظر آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کون کون سے اخلاق فاضلہ ظاہر ہوئے جو آپ کی خاتم نبوت میں بیش قیمت نگینوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ اس دور میں ہمیں آپ کی بے مثال امانت و دیانت تو کل علی اللہ جرأت و دلیری، وقار، سادگی، خودداری و عزت نفس اور رواداری و قومی یک جہتی جیسے مکارمِ اخلاق کی ضیا پاشیاں نظر آتی ہیں۔ ذیل میں ان اخلاق کی ایک مختصر جھلک پیش کی جارہی ہے۔

امانت و دیانت:۔

دعویٰ نبوت سے قبل ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں صدوق اور امین کے لقب سے مشہور رہتے تھے اور اسی بناء پر اکثر لوگ دعویٰ نبوت کے بعد بھی اختلاف مذہب کے باوجود آپ ہی کے پاس اپنی امانتیں رکھوانے کو ترجیح دیتے تھے۔ قربان جائیں ہم اپنے پیارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ ایک طرف قریش مکہ نے ظلم وستم کی انتہا کر کے آپ کی زندگی اجیرن کر دی تھی تو دوسری طرف وہ آپ کے قتل کا منصوبہ بنا چکے تھے اور اپنے اس بدارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ انہی بد خصال کفار کی امانتیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ اگر کوئی ہوتا تو ایسے مخالفانہ ماحول اور خطرے کے وقت امانتوں کو واپس کرنے کا

خیال تک نہ کرتا بلکہ انتقام کے طور پر ان کا روپیہ اور مال ان کی سزا اور ناروا مخالفت کی پاداش میں خود ضبط کر لیتا جیسا کہ آج کی مہذب دنیا بھی ایسے مواقع پر تمام ضابطہ اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیتی ہے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ ایسے نازک موقع پر بھی آپ حضرت علیؓ سے فرماتے ہیں کہ میں تمہیں امانتوں کا حساب کتاب سمجھائے دیتا ہوں۔ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور یاد رکھو کہ بغیر امانتیں واپس کئے مکہ سے ہرگز نہ نکلنا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت اور سچا واقعہ ہے۔ سوچئے اور غور کیجئے کہ کتنی بڑی نیکی اور امانت کا تحفظ ہے۔ کیا کوئی ایسی نظیر دنیا سے پیش کی جا سکتی ہے؟

حُبُّ الوطنی :-

ہجرت مدینہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور عظیم خلق پر روشنی ڈالتی ہے اور وہ ہے آپ کا جذبہ حب الوطنی جس کا اظہار آپ نے اپنے وطن سے بے وطن ہوتے ہوئے اس طرح فرمایا تھا کہ اے مکہ کی بستی! تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں نہیں رہنے دیتے۔ آپ کی وطن سے یہ محبت محض ایک دلی جذبہ اور صرف مٹی سے محبت نہیں تھی بلکہ اس کے عوام کے لئے بھی آپ کے دل میں اتنی ہی محبت اور ہمدردی تھی۔ باوجود تیرہ سال متواتر ظلم کا تختہ مشق بنے رہنے کے بھی آپ کے دل میں ان کے خلاف انتقام کے جذبات پیدا نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ محبت ہی امنڈتی رہی۔ اپنے اہل وطن سے محبت و ہمدردی کا یہ جذبہ مظلومی کی مجبوری نہیں تھی بلکہ آپ رحمۃ للعلمین اس وقت بھی تھے جب کہ آپ کو دنیاوی لحاظ سے کوئی حیثیت اور طاقت حاصل نہ تھی اور اس وقت بھی اپنی رحمت کا ثبوت دیا جب کہ آپ ایک باجبروت اور بااقتدار بادشاہ بن چکے تھے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور عرض کیا، آپ لوگوں کو رحم اور حسنِ سلوک کی تعلیم دیتے ہیں مگر آپ کی قوم قحط کے سبب ہلاک ہو رہی ہے آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مینہہ برسائے اور یہ قحط دور ہو۔ آپ نے اسی وقت دعا فرمائی جس کے نتیجہ میں خوب بارش ہوئی اور قحط دور ہو گیا۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ ہمدردی مکہ کے غرباء کے لئے بطور امداد اپنی طرف سے کچھ چاندی بھی بھجوائی حالانکہ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وطن معاندین نے تین سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بائیکاٹ کیا تھا اور کھانا اور غلہ تک روک دیا تھا۔ اور سخت تکالیف پہنچائی تھیں۔ کیا حب الوطنی اور رحم و شفقت کی ایسی کوئی مثال تاریخ عالم کے اوراق میں کہیں مل سکتی ہے؟

توکل علی اللہ:- ہجرت مدینہ کے دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کا وصف بھی بہت نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے کہ ایک طرف آپ کی اپنی قوم آپ کے خون کی پیاسی ہے اور دوسری طرف سو اونٹ کا قیمتی انعام سارے عرب کی اقوام میں مخالفت کے ساتھ ساتھ لالچ کا جذبہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔ ایسے ہولناک اور خطرناک وقت میں محض اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ساتھی حضرت ابوبکرؓ کو لے کر مدینہ کی طرف چل پڑتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین تھا کہ چاہے ساری دنیا مخالف ہو مگر میرا محافظ تو وہ خدا ہے جو زبردست طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے۔ غارِ ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکیلے ساتھی کے ساتھ پناہ لی ہوئی تھی۔ کھوجی کی مدد سے دشمن غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بے مثال شان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر کوئی نظر نیچی کرے گا تو

کیجئے! اپنے نفس پر اور اپنی ذات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ضبط ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اور اس کے دین کی کیسی غیرت ہے کہ حالات کی نزاکت اور اپنی جان کے خطرہ تک کو خدا تعالیٰ کی خاطر فراموش کر دیا۔

رواداری:۔

اس غیرت کے اظہار کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مذاہب کے لوگوں کی تعلیمات، عقائد اور جذبات کا احترام نہ کیا ہو بلکہ اس لحاظ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ایک بے نظیر شان اور تمام انسانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ رکھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ایک بے نظیر شان اور تمام انسانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ رکھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے آزادیٔ ضمیر کے حق میں آواز بلند فرمائی کہ مذہب کے اختیار کرنے میں کسی پر کوئی جبر اور زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصل بھی قائم فرمایا کہ ہر قوم میں خدا تعالیٰ کے نبی آئے ہیں۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اقوام اور مذاہب کے پیشواؤں کے تقدس کو قبول فرمایا حتیٰ کہ بتوں کو بھی میرا بھلا کہنے سے منع فرمایا کیونکہ اس طرح مذہبی منافرت بڑھتی ہے اور پھر عملاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے جنازہ پر بھی دکھی دل سے کھڑے ہو جاتے۔ نجران کے عیسائیوں کو نہایت خندہ پیشانی سے مسجد نبویؐ میں اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ کس قدر بے مثال ہے آپ کی یہ رواداری اور کس قدر عظیم الشان ہیں اخلاق محمدیؐ۔ دوسری طرف آج مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے قیام کے دعویدار۔ ''سرکاری مسلمانوں'' کا طرز عمل دیکھئے کہ وہ کلمہ گو احمدیوں کو کلمہ پڑھنے اذان دینے۔ مسجد کو مسجد کہنے سے روک رہے ہیں۔ کیا اسی کا نام نظام مصطفیٰ ہے۔

قومی یکجہتی:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر اہل مذاہب سے نہ صرف رواداری اور فراخدلی کا سلوک ہی فرمایا ہے بلکہ دیگر مذاہب واقوام سے اپنے تعلقات خوشگوار رکھنے اور قیام امن کے لئے قومی یکجہتی کی بھی بنیاد ڈالی۔ اور اس کے لئے معاہدات فرمائے اور ان کو ایسا نبھایا کہ اس کی نظیر دنیوی بادشاہوں میں تو ہرگز نہیں ملتی۔

دشمنوں سے سلوک:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اقوام و مذاہب حتیٰ کہ اپنے دشمنوں کے لئے بھی رحمت تھے۔ اپنے جانی دشمنوں کی خیر خواہی میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ جنگ احد میں شدید زخمی ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اپنے دشمنوں کے لئے یہی دعا جاری تھی کہ ''اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ نادانی سے میری مخالفت کر رہے ہیں۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں سے حسن سلوک اور عفو و درگذر کی ایک بے نظیر مثال ہے۔ لیا ظلم کا عفو سے انتقام۔ علیک الصلوٰۃ علیک السلام

شجاعت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مکی زندگی میں بے انتہا صبر سے کام لیا ہے تو اس کی وجہ کمزوری یا بزدلی نہیں تھی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت صلح جو اور امن پسند تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بہت بلند تھا۔ ورنہ جب مشرکین مکہ نے مدینہ پر چڑھائی کر کے آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو نیست و نابود کرنے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش کے لئے ہبہ کرتے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوارا نہ فرمایا کہ زمین مفت لیں۔ اس کی قیمت مقرر کی گئی اور بعد ادائیگی حضور نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کا کام شروع فرمایا۔

عبادِ الٰہی:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد ایک طرف تو سیاسی اور تمدنی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی تھیں تو دوسری طرف کفار مکہ کی طرف سے لگاتار حملے کئے جا رہے تھے لیکن اس قدر مصروف ترین زندگی اور خطرناک ترین حالات کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ تھا اور عبادت الٰہی میں اس قدر انہماک ہوتا کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سوج جاتے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عبادت و ریاضت کیوں فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو سب گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی پیارا جواب دیا کہ جب میرے رب نے مجھ پر اس قدر احسان فرمایا ہے تو کیا میرا یہ فرض نہیں کہ میں اس کا شکر گزار بندہ بن کر اس کی عبادت بجالاؤں۔

حتیٰ کہ زندگی کے آخری لمحات میں نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عظیم الشان فتوحات اور بادشاہت و حکومت کا خیال آتا ہے نہ آئندہ کی کوئی فکر دامنگیر ہوتی ہے نہ ملکی تدابیر کے بارے میں کوئی ہدایت دیتے ہیں اور نہ اپنے رشتہ داروں اور بیویوں کے لئے کوئی وصیت کرتے ہیں بلکہ زبان پر صرف یہی فقرہ ہوتا ہے کہ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی یعنی اے اللہ! تو بلند شان والا میرا مہربان دوست ہے میں تیری طرف آرہا ہوں۔

خشیتِ الٰہی:۔

قربِ الٰہی کا بلند ترین مقام ملنے اور اپنی عبادت و ریاضت کو انتہا تک پہنچانے کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خشیت الٰہی اس قدر غالب تھی کہ آپ نے کبھی اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کیا چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ بھی اپنے اعمال کے زور سے جنت میں داخل نہ ہونگے؟ فرمایا نہیں! البتہ اگر خدا کا فضل اور رحمت مجھے ڈھانپ لیں تو ہی میں جنت میں داخل ہوں گا۔ اللہ! اللہ! کہاں تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خشیت کا یہ عالم کمال اور کہاں آجکل کے پیروں اور فقیروں کی تعلّیاں جو معرفت الٰہی اور اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوسوں دور ہیں۔

غیرتِ دینی:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت اور خشیت الٰہی کا یہ امتزاج اپنے اندر ایسی رعنائی رکھتا ہے کہ نازک سے نازک موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر غیرت کا برملا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ ۳ھ میں جنگ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور سارا اسلامی لشکر پراگندہ ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صرف ایک قلیل جماعت ہی رہ گئی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی تھے تو کفار کے سپہ سالار ابو سفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکرؓ کا اور عمرؓ کا نام لیکر پکارا کہ کیا یہ زندہ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے منع کیا لیکن جب اس نے فخریہ رنگ میں نعرہ بلند کیا اُعْلُ ہُبَل: ہبل بت کی جے تو اس مشرکانہ نعرے پر بیقرار ہو کر نہایت غیرت کا اظہار فرماتے ہوئے جوش سے فرمایا اس کو جواب دو اللہ اعلیٰ و اجل یعنی خدا تعالیٰ ہی سب سے بلند مرتبہ اور سب سے زیادہ شان والا ہے۔ اندازہ

ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا چپ اے ابو بکرؓ! ہم دو ہیں، ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ مراد یہ تھی کہ جب وہ ہمارے ساتھ ہے تو دشمن ہمیں قطعاً نہیں دیکھ پائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن سے محفوظ رکھا اور ان کی عقلوں اور آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ وہ آپ کے قریب پہنچ کر بھی خائب و خاسر لوٹ گئے۔

اسی طرح غار ثور سے نکل کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک آپ کا تعاقب کرتا ہوا آتا ہے اور بالکل آپ کے قریب پہنچ جاتا ہے ایسے وقت میں بھی آپ ایک کوہِ وقار بنے ہوئے نہایت اطمینان سے قرآن مجید کی آیات تلاوت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں بالکل نہیں دیکھتے البتہ ابو بکرؓ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے۔ کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ ظاہری اسباب اور دنیا کی طاقتیں مجھے ہلاک نہیں کر سکتیں۔ آسمان کا خدا میرے ساتھ ہے اور اسی کے حکم سے میں نکلا ہوں اور وہی میرا محافظ ہے چنانچہ سراقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ کر واپس چلا گیا اور واپسی پر دوسرے تعاقب کرنے والوں کو بھی واپس لوٹاتا گیا۔ کیا ایسے توکّل اور بھروسے کی مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟

سادگی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی ایک نرالی شان ہے کہ باوجود بادشاہِ دو جہاں ہونے کے ظاہری نمائش و نمود سے ہمیشہ اجتناب کیا اور ہجرت کے بعد بھی مکہ والی سادگی برقرار رکھی۔ چنانچہ مکہ سے ہجرت کر کے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ کی سادگی کی وجہ سے ناواقف لوگوں نے بجائے آپ کے حضرت ابو بکرؓ کو ہی رسول اللہ سمجھ کر ان کو سلام کرتے اور بیٹھ جاتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ غلط فہمی اس طرح دور کی کہ وہ جھٹ چادر پھیلا کر سورج کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ پر دھوپ پڑ رہی ہے میں سایہ کرتا ہوں۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا رسول اللہ کون ہیں۔ یہ بات آپ کی کمال سادگی پر دلالت کرتی ہے۔ عام حالات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلف اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے، دو دو ماہ تک آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی۔ صرف پانی اور کھجور پر گزارہ ہوتا۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے زیب تن فرماتے۔ بستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا تو کھجور کا بوریا ہوتا یا چمڑے کا ایسا گدیلا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے۔ آپ کسی بھی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے جوتوں کی مرمت کر لیتے۔ اپنے کپڑے سی لیتے۔ گھر کے کام کاج میں اپنے اہل و عیال کا ہاتھ بٹاتے۔ صحابہؓ کے ساتھ مل کر مزدوروں کی طرح مٹی بھی ڈھو دیتے۔ اللہ! اللہ! کس قدر سادگی ہے اور کس قدر بے تکلفی اور انکساری ہے کہ باوجود بادشاہی کے فقیری کو ہی اپنے لئے باعثِ افتخار قرار دیا کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر ہی میرا فخر ہے۔

خودداری:-

ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور خلق عظیم نمایاں نظر آتا ہے اور وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خودداری۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی تیاری فرما رہے تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ میرے پاس دو تیز رفتار اونٹنیاں ہیں جنہیں میں نے ببول کے پتے کھلا کھلا کر تیار کیا ہے، ان میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خودداری نے یہ پسند نہ فرمایا کہ بغیر قیمت ادا کئے سواری حاصل کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفت نہیں لونگا اس کی قیمت ادا کرونگا۔ اسی طرح جب آپ مدینہ پہنچے تو جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی وہ دو یتیم بچوں سہیل اور سہل کی تھی ان کے ولی سعد بن زرارہ نے پیشکش کی کہ ہم یہ زمین مسجد اور

کے لئے آپ پر جنگ مسلط کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جرأت اور بہادری کا اظہار فرمایا ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔ چنانچہ جنگ بدر میں مشرکین کی صفوں سے سب سے زیادہ قریب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور صحابہؓ کا بیان ہے کہ گھمسان کی لڑائی میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں پناہ لیتے اور ہم میں سے سب سے زیادہ بہادر وہ شمار ہوتا تھا جو جنگ میں آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا۔ جنگ حنین میں جب اسلامی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت صرف چند جاں نثاروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بآواز بلند یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے کہ

انا النبی لاکذب۔ انا عبدالمطلب یعنی میں نبی ہوں جھوٹا نہیں میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔ تمہاری عداوت مجھ سے ہے میں مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔

عدل وانصاف:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہ بھی ایک درخشندہ پہلو ہے کہ آپ نے باوجود اقتدار اور فتوحات کے نہ تو کسی پر ظلم کیا اور نہ کسی کا حق مارا۔ بلکہ ہمیشہ عدل وانصاف کو قائم فرمایا۔ حتیٰ کہ اپنی ذات اور اولاد کو بھی قانون وقواعد سے کبھی مستثنیٰ نہیں سمجھا۔ ایک دفعہ ایک صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے معمولی سی چوٹ لگی آپ فوراً بدلہ دینے کے لئے تیار ہو گئے اور فرمایا مجھ سے قصاص لے لو۔ قریش کی ایک معزز عورت فاطمہ مخزومی نے چوری کی۔ لوگوں نے آپ کے چہیتے صحابی اسامہ بن زیدؓ سے سفارش کروائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہوئے اپنے خطبہ میں فرمایا۔ تم سے پہلے کی اقوام اسی لئے برباد ہو گئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی معمولی آدمی مجرم ہوتے تو سزا پاتے اور پھر بڑے جوش میں فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی ایسا کام کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

الغرض حضرت رسالت مآب سرور کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم، ہجرت مدینہ کے دور میں بھی ایسی عظمت اور شان رکھتے ہیں کہ جس کی نظیر تاریخ مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہے اور ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح منصب نبوت میں آپ خاتم النبیین ہیں اسی طرح ہجرت مدینہ کے دور میں بھی آپ خاتم المہاجرین ہیں کہ آپ کی شان والا مہاجر کبھی پہلے نہ ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے۔

پس تقویم ہجری شمسی کے پانچویں مہینہ کا نام ہجرت رکھنا دراصل بہت پر حکمت ہے اور سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ اسلام سے گہری واقفیت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔

'خدام الاحمدیہ اور خدمت خلق'

تقسیم ملک کے بعد اب تک مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کو خدمت خلق کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جن خدمات کی سعادت وتوفیق عطا ہوئی ہے ان کو یکجائی طور پر کتابی صورت میں شائع کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا تمام عہدداران مجلس و احباب جماعت سے درخواست ہے کہ ایسی نمایاں خدمات کی رپورٹ سے آگاہ فرمائیں تاکہ شامل اشاعت کی جاسکیں۔ رپورٹ کے مناسب حال تصاویر بھی بھجوائیں۔

(ایڈیٹر)

دانتوں کی حفاظت

سید قمر سلیمان احمد

دانت قدرت نے ہمیں کھانا اچھی طرح چبانے کے لئے عطا فرمائے ہیں۔ اور دانتوں میں سے گزر کر جب کھانا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور لعاب دہن کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس پر ہضم کا عمل عمدگی سے ہوسکتا ہے۔

غذا کے جزو بدن بنانے کا عمل منہ سے ہی شروع ہوتا ہے اور لقمہ منہ میں ڈالنے کے بعد اسے باریک ذروں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور لعاب دہن میں ایک قسم کا خامرہ Ptyalim ہوتا ہے۔ جو نا قابل ہضم غذائی مرکبات کو ایسے مرکبات میں تبدیل کرنا شروع کر دیتا ہے جو ہمارے خون میں جذب ہوسکیں۔ اس طرح غذا کے منہ میں پہنچتے ہی ہضم کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس عمل میں دانت جتنی عمدگی سے اپنا کام کریں گے غذا اتنی ہی آسانی سے جزو بدن بنے گی۔

دانتوں کی ساخت کا اگر ہم جائزہ لیں تو بیرونی طور پر اس کے تین حصے ہوتے ہیں۔ ایک نظر آنے والا حصہ جسے کراؤن (Crown) کہتے ہیں۔ دوسرا حصہ اس کے نیچے سے شروع ہوتا ہے جسے Neck کہتے ہیں۔ یہ حصہ آدھا منہ میں اور آدھا جبڑے کی ہڈی میں ہوتا ہے۔ تیسرا حصہ Root یا جڑ کہلاتا ہے۔ یہ سارے کا سارا جبڑے کی ہڈی میں ہوتا ہے۔

اندرونی طور پر بھی دانت تین حصوں میں ہوتا ہے اوپر کا سخت حصہ جسے انیمل (Enamel) کہتے ہیں۔ یہ انسانی جسم کا سخت ترین حصہ ہوتا ہے۔ اس کی موٹائی 0.25 تا 0.3 ملی میٹر ہوتی ہے اور یہ زیادہ تر کیلشیم اور فاسفورس سے بنا ہوتا ہے۔ فلورائیڈ اس پر عمل کر کے فلورو ہائیڈروکس اپی ٹائٹ (Flouro Hydrxy Apatite) بناتا ہے جو جراثیم کو دانتوں پر حملہ کرنے سے روکتا ہے اور دانتوں کو کیڑا نہیں لگتا۔

دوسرا حصہ Dentine کہلاتا ہے اس کا رنگ ہلکا پیلا ہوتا ہے۔ دانتوں کا زیادہ تر حجم اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ بھی کیلشیم اور اسفورس سے بنتا ہے۔ لیکن یہ انیمل جتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ بعض اعصاب اس تک پہنچے ہوتے ہیں جس سے مریض کو کسی شے کی زیادہ گرم یا ٹھنڈی لگنے کا احساس ہوتا ہے اور خون کی نالیاں اور اعصاب یہاں ہی ہوتے ہیں۔

دانتوں کے کراؤن میں یہ تینوں حصے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس لئے کراؤن کی بڑی حفاظت کرنی چاہئے۔ نیچے سے مختلف دانتوں کی مختلف تعداد میں جڑیں ہوتی ہیں۔ جو ایک سے لے کر تین تک ہوسکتی ہیں۔ دانت جبڑے کی ہڈی سے بالکل ہی جڑے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ معلق ہوتے ہیں اور خاص قسم کے ریشے ان کے جبڑے کی ہڈی کے درمیان شاک آبزربر کا کام دیتے ہیں۔

اگر باقاعدہ دانتوں کی صفائی نہ کی جائے تو اس پر ایک پتلی، جیلی نما جھلی بن جاتی ہے جسے Dental plaque کہا جاتا

ہے۔ یہ جھلی منہ میں پائے جانے والے جراثیم کے لئے ایک بہت عمدہ پناہ گاہ ہے اور وہ فوراً اس پر اپنی رہائش گاہ بنا لیتے ہیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ ایسے مادے خارج کرتے ہیں جن کے نتیجہ میں دانتوں کے اوپر اور خاص طور پر ایسے کونوں کھدروں میں جہاں صفائی مشکل ہے سخت قسم کی تہیں جنہیں Tartar کہا جاتا ہے جم جاتی ہیں۔ اور یہ جراثیم ان سخت تہوں کے نیچے اطمینان سے اپنی افزائش نسل کرتے رہتے ہیں اور دانت کو کھاتے رہتے ہیں۔ حتی کہ یہ انیمل میں سے گزر کر Dentine تک پہنچ جاتے ہیں اور پھر اسے بھی ختم کرتے ہیں یہاں تک کہ دانت کا کھوکھلا حصہ باہر کی فضا سے براہ راست مل جاتا ہے اور وہ اعصاب اور خون کی باریک نالیاں جو انیمل اور ڈینٹین کی مضبوط حصار میں موجود ہوتی ہے باہر سے جڑ جاتی ہے اور ایسے میں انسان اگر گرم یا ٹھنڈی چیز استعمال کرے تو وہ اعصاب پر براہ راست لگنے سے انسان شدید تکلیف محسوس کرتا ہے۔ بعد میں دانت کی جڑ کے نیچے پیپ پڑ جاتی ہے۔

دانت کے اس طرح کھائے جانے کو کیریز (Caries) کہتے ہیں۔ چھوٹے بچوں میں بالعموم چھ ماہ کی عمر میں دانت نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ دانت تقریباً سات سال سے بارہ سال کی عمر تک نکلتے رہتے ہیں۔ اس عمر کی Limit کو Mixed Dentition کہتے ہیں یعنی کہ اس میں دودھ کے دانت بھی ہوتے ہیں اور اصلی دانت بھی ہوتے ہیں۔ بارہ سال کی عمر کے بعد دودھ کے سارے دانت گر جاتے ہیں اور Permanent دانتوں کا سیٹ آ جاتا ہے جو کہ ان کے نیچے موجود ہوتا ہے اور پھر انسان کی زندگی کے ساتھ چلتا ہے۔ بچوں کے پہلے سیٹ میں کل 20 دانت ہوتے ہیں یعنی دس اوپر کے جبڑے میں اور دس نچلے جبڑے میں۔ بڑوں میں دانتوں کی تعداد 32 ہوتی ہیں جن میں 16 اوپر اور 16 نچلے جبڑے میں۔

اگر بچوں کا پہلا سیٹ خراب ہو جائے تو اس کا لازمی اثر دوسرے سیٹ پر پڑتا ہے جو نیچے موجود ہوتا ہے اور پہلے سیٹ کی خرابی سے دوسرا سیٹ بھی خراب ہو سکتا ہے اور خوبصورتی اور سدھائی سے نکلنے کی بجائے بے ڈھنگا اور ٹیڑھا میڑھا بھی نکل سکتا ہے جس سے نہ صرف چہرے کی خوبصورتی متاثر ہوتی ہے بلکہ ٹیڑھے دانتوں کے رخنوں کی درست طور پر صفائی نہ ہونے کی وجہ سے ایسے چھپے ہوئے کونوں پر جراثیم کے حملہ کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ بچوں کو بچپن سے ہی دانتوں کی صفائی کی عادت ڈالی جائے۔

دانتوں کی اگر باقاعدہ صفائی نہ کی جائے تو جہاں انسانوں کی جسمانی صحت پر اثر پڑتا ہے وہاں معاشرہ میں بھی اسے خوش آمدید نہیں کہا جاتا کیونکہ اس کے منہ سے ناگوار بو آتی ہے جو انہی جراثیم کی کاروائیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ جراثیم منہ میں رہتے ہیں تو یہ ایک خاص قسم کے تیزاب Lactic Acid اور Pyruvic Acid تیار کرتے ہیں اور جراثیم اور تیزاب مل کر منہ کی بو بناتے ہیں۔

قدرت نے کچھ انتظام خود بھی ایسا رکھا ہے کہ لعاب دہن بذات خود جراثیم کش ہے اور اس کے نکلتے رہنے سے منہ کی صفائی ہوتی رہتی ہے۔ بوڑھے افراد میں جہاں لعاب دہن کا اخراج کم ہو جاتا ہے منہ کی ناگوار بو بڑھ جاتی ہے جبکہ بچوں میں بہت زیادہ لعاب کے اخراج کے نتیجہ میں یہ بو ختم ہو جاتی ہے۔

معلم انسانیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کی صفائی پر اس قدر زور دیا ہے کہ اب جبکہ موجودہ تحقیقات نے دنیا کو اس کی اہمیت سائنسی تجربات کی روشنی میں بیان کر دی ہے حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح آج سے چودہ صدیاں قبل یہ تمام باتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سمجھا چکے تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر یہ بات مشکل نہ ہوتی تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اور پھر فرمایا کہ تمہارے منہ قرآن کے لئے راستہ ہیں ان کو مسواک کے ذریعہ سے پاک رکھو۔

اور پھر ارشاد ہے کہ مسواک کیا کرو کیونکہ مسواک منہ کے لئے پاکیزگی کا اور اللہ کی رضا کا باعث ہے۔ جبرائیل جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو مجھے مسواک کا حکم دیتے ہیں یہاں تک کہ مجھے یہ خوف دامنگیر ہو جاتا ہے کہ کہیں مجھ پر اور میری قوم پر اسے فرض نہ کر دیا جائے اور اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر یہ بات مشقت والی ہوگی تو میں ان پر مسواک کرنا ضرور فرض کر دیتا۔ میں مسواک کرتا ہوں یہاں تک کہ مجھے ڈر لگنے لگتا ہے کہ کہیں میرا منہ نہ چھل جائے۔

مسواک کی دائیں سے بائیں حرکت یا اوپر سے نیچے حرکت کے بارہ میں ایک ڈینٹل سرجن نے بتایا کہ دراصل مسوڑھوں اور دانتوں کے درمیان تقریباً دو ملی میٹر کا فاصلہ ہوتا ہے اور اسی جگہ جراثیم سب سے زیادہ پرورش پاتے ہیں۔ دانتوں کی صفائی میں یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ برش یا مسواک اس درمیانی حصہ کی صفائی کرے۔ چنانچہ اسے اچھی طرح حرکت دینے سے برش کے بال اس فاصلہ میں داخل ہو کر زیادہ عمدگی سے صفائی کر سکتے ہیں جبکہ تھوڑی سی حرکت سے صفائی اتنی اچھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے برش کرتے وقت خاصا وقت صرف کرنا چاہئے۔ جب مسوڑھوں اور دانتوں کے اس درمیانی فاصلہ کی صفائی کے لئے برش چلایا جاتا ہے تو لامحالہ مسوڑھے کچھ زخمی ہوتے ہیں اور اگر جراثیم بہت زیادہ تعداد میں موجود ہوں اور مسوڑھوں کو کمزور کر رہے ہوں تو مسوڑھے زیادہ جلدی زخمی ہو جاتے ہیں۔ اور ان سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اس خون سے گھبرا جاتے ہیں حالانکہ اگر مسوڑھوں کے درمیان صفائی کے نتیجہ میں خون نکل رہا ہے تو صفائی سے ہاتھ نہیں روکنے چاہئیں جسم کا دفاعی نظام خود بخود اس جگہ کو درست کرتا رہتا ہے۔

دانتوں کی صفائی کے لئے مارکیٹ میں نئی نئی اقسام کی بہت سے ٹوتھ پیسٹ ملتی ہیں۔ ان میں سے کون سی ٹوتھ پیسٹ بہتر ہے۔ اس بارہ میں سائنس دانوں کی رائے ہے کہ اصل چیز برش ہے اور اس کا درست استعمال ہے۔ خالی برش اگر اچھی طرح کیا جائے تو وہ بھی دانتوں کو صاف کر دیتا ہے۔ ٹوتھ پیسٹ کا کام بطور صابن کے ہے اس لئے کسی قسم کی پیسٹ بھی کافی ہے۔ خواہ مخواہ پیسٹ پر زیادہ خرچ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ جن ممالک میں غذا میں یا پانی میں فلورائیڈ کی کمی ہو تو وہاں فلورائیڈ والی پیسٹ استعمال کرنی چاہئے۔ لیکن ہمارے ملک میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔ اس لئے کوئی سی بھی ٹوتھ پیسٹ ٹھیک ہے۔

مذہب میں منہ سے خارج ہونے والی بدبو کو بہت ناپسند کیا گیا ہے اور صرف روزہ کی حالت میں یہ بو خدا تعالیٰ کی پسندیدگی کی باعث ٹھہرتی ہے ورنہ عام حالات میں تو بدبودار چیزیں کھا کر

مساجد میں آنے کو بھی پسند نہیں کیا گیا۔اس لئے ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں تمام دوست خود بھی اور اپنے گھروں میں بھی منہ کی صفائی کو زیادہ سے زیادہ رواج دیں اور بچوں کو بچپن سے ہی اس کا عادی بنانے کی ضرورت ہے۔خصوصاً واقفین نو کو۔

مسواک کی اہمیت کا اندازہ اس عظیم الشان شہادت سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کا وقت ہوا تو جو آخری دنیاوی کام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مسواک کرنا تھا۔حضرت عائشہ نے فرمایا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں میری باری پر ہوئی۔اللہ نے میرے اور آپ کے لعاب دہن کو ملا دیا (وہ اس طرح کہ) فرمایا۔حضرت عبدالرحمٰن تشریف لائے جبکہ ان کے پاس مسواک تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمزوری کی وجہ سے مسواک چبا نہیں سکتے تھے۔ پس میں نے اس مسواک کو لے لیا اور اسے چبایا پھر اس کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک صاف کئے۔

(بشکریہ: روزنامہ الفضل ربوہ 23 نومبر 2000ء)

مشکوٰۃ کی بدل اشتراک میں اضافہ

جنوری 2001ء سے مشکوٰۃ کی بدل اشتراک میں اضافہ کیا گیا ہے۔ مہنگائی کی وجہ سے طباعت، کمپیوٹر ٹائپ سیٹنگ، ترسیل وغیرہ پر زیادہ اخراجات آرہے ہیں۔ علاوہ ازیں اب جنوری 2000 سے رسالہ دوماہی کی بجائے ماہانہ ہو چکا ہے۔بایں وجہ بھی اخراجات میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔

اس لئے اب نئی شرح حسب ذیل ہوگی۔

اندرون ملک-00-100 (فی پرچہ دس روپیہ)

بیرون ملک-00-30 امریکن ڈالر

امید ہے کہ خریداران حضرات ادارے کے ساتھ حسب سابق تعاون فرماتے رہیں گے۔جزاکم اللہ (منیجر مشکوٰۃ)

Love for All, Hatred for None

M. C. Mohammad

Kodiyathoor

SUBAIDA TIMBER

Dealers In :

TEAK TIMBER, TIMBER LOG, TEAK POLES & SIZES TIMBER MERCHANTS

Chandakkadave, P.O. Feroke
KERALA - 673631
☎ : 0495 - 403119 (O)
402770 (R)

NAVNEET JEWELLERS

Ph. (S) 70489
(R) 70233, 70847

CUSTOMER'S SATISFACTION IS OUR MOTTO

FOR EVERY KIND OF GOLD & SILVER ORNAMENTS

(All Kinds of *rings* & *"Alaisallah"* rings olso sold here)

Navneet Seth, Rajiv Seth

Main Bazzar Qadian

سیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم — قسط سوم

حضرت خالد بن ولید ﴿سیف اللہ﴾ رضی اللہ عنہ

از مولانا فرمان احمد صاحب ظفر ناظر نشر واشاعت قادیان

جنگ موتہ کے موقعہ پر روم کی عیسائی فوجیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں اور اسلام کے غازی مقابلہ پر کھڑے تھے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ آپ کو اس جنگ کی حالت بذریعہ الہام الٰہی بتائی گئی۔ آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

تمہارے لشکر کی خبر یہ ہے کہ انہوں نے دشمن کا مقابلہ کیا زید شہید ہوا اللہ نے اس کو بخش دیا۔ اس کے بعد جعفر نے اسلامی جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا۔ دشمن نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا یہاں تک کے وہ بھی شہید ہوا۔ اللہ نے اس کو بھی بخش دیا۔ عبداللہ بن مرواحہؓ نے اسلامی جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا۔ وہ بھی دشمنوں سے لڑ کر شہید ہوا۔ یہ سب کے سب جنت میں اٹھا لئے گئے۔

ان تینوں کے بعد اسلامی جھنڈا کو خالد بن ولید نے اپنے ہاتھ میں لیا اور جنگ کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا وہ میرے مقرر کردہ جرنیلوں میں سے نہیں تھا۔ وہ تو اللہ کی تلوار ہے۔

خاکسار اب انہیں خالد بن ولید کے تعلق سے جو اللہ کی تلوار ہے آپ کے سامنے کچھ عرض کرتا ہے۔

خالد بن ولید قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ولید، قبیلہ بنو مخزوم کے سردار اور مکہ کے رئیس اعظم تھے۔ قریش میں سے بنو مخزوم کا قبیلہ جنگی معاملات کا ذمہ دار تھا اس لئے آپ کا خاندان قریش قبیلہ کو سامان حرب فراہم کیا کرتا تھا۔ چونکہ آپ کو بچپن سے ہی جنگی ماحول ملا اس لئے آپ بچپن سے ہی تیر چلانا نیزہ برچھی اور تلوار کا استعمال سیکھ گئے تھے۔ گھوڑ سواری تو آپ کو محبوب مشغلہ تھا۔

آپ کی زندگی کے دو دور تھے ایک دور وہ ہے جب آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت کی اور آپ کے خلاف جنگیں لڑیں اور دوسرا دور وہ تھا کہ پھر خدا کی راہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد زخم کھائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے سے قبل مسلمانوں کی شدید مخالفت کی اور مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑیں اور دوسرا دور وہ تھا کہ پھر خدا کی راہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد زخم کھائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل مسلمانوں کے خلاف جنگ **احد** اور جنگ **احزاب** میں شامل ہوئے اور یہ وہی خالد تھے جنہوں نے جنگ احد کے وقت درّہ کی طرف سے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا درّہ خالی دیکھ کر وہاں سے حملہ کر دیا تھا جس سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا تھا حتیٰ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کھور چبھ گئی اور آپ کے دو (2) دانت بھی شہید ہو گئے تھے۔ پھر یہ وہی خالد تھے جنہوں نے جنگ احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک مرتبہ خندق پار کر کے ایک مسلمان کو شہید

بھی کر دیا تھا۔قریش مکہ نے جب مسلمانوں کے ساتھ پہلی جنگ کی جسکو جنگ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس جنگ میں قریش مکہ کے بہت سے سپاہی قید ہو گئے تھے ان قید ہونے والوں میں حضرت خالد بن ولید کے بھائی ولید بن ولید بھی شامل تھے۔ان کے بھائیوں نے فدیہ دیکر ان کو آزاد کروالیا۔مسلمانوں کے حسن سلوک کو دیکھتے ہوئے ولید بن ولید دل سے تو مسلمان ہو ہی چکے تھے۔لیکن مکہ میں آکر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اس پر خالد بن ولید اور ان کے بھائیوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی آپ واپس مدینہ روانہ ہو گئے۔

7ھ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرنے آئے اس وقت ولید بن ولید بھی آپ کے ساتھ تھے۔آپ نے خالد بن ذلید کے بارے میں سوال کیا کہ تمہارا بھائی خالد بن ولید کہاں ہے اس پر ولید بن ولید نے ،کہا کہ "اسے تو خدا ہی لائے تو لائے۔"جس وقت آپ واپس مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت ولید بن ولید نے حضرت خالد بن ولید کو ایک خط لکھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خالد کے متعلق اشتیاق بیان کیا گیا تھا کہ کس طرح سے آپ کو یاد کیا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے اس خط نے خالد کی کایا پلٹ دی اس پر حضرت خالد بن ولید اپنی ایک خواب کی بناء پر بھی کہ وہ ایک ویران اور چٹیل اور جنگ میدان سے سرسبز وشاداب علاقہ کی طرف جاتے ہیں اسلام قبول کرنے کی نیت سے مکہ سے باہر نکلے مکہ سے باہر نکل کر ان کی ملاقات عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہؓ سے ہوئی یہ دونوں بھی اس نیت سے مکہ سے نکلے تھے۔چنانچہ یہ تینوں دوست مدینہ پہنچ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

"اے مسلمانوں مکہ نے اپنے جگر کے گوشے نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔"

اب کیا تھا اب خالد وہ خالد نہ تھا جسے ہمیشہ شکست کھانی پڑی تھی بلکہ اب تو اللہ کی تلوار بن کر ہر میدان سے فاتح ہونے کی حیثیت سے لوٹنے والا خالد بن چکا تھا جس نے اسلام کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں کا بدلہ اس طرح دیا کہ دین اسلام کی خاطر اپنی ساری زندگی تلوار ہاتھ میں لے کر ہر میدان کو فتح کرتا چلا گیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ فتح مکہ والی مہم میں شامل ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے کے لئے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ان میں سے ایک حصہ جس نے شمال مشرقی کی طرف سے داخل ہونا تھا اس کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید تھے آپ جب مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو آپ کے مقابلہ کے لئے عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان اپنی فوج لیکر آگے آئے لیکن وہ مقابلہ میں بھاگ گئے یہ اسلام کی طرف سے پہلا معرکہ تھا جس میں خالد بن ولیدؓ نے شرکت کی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپ اپنے اصحاب کو دعوت الی اللہ کی خاطر مختلف اطراف روانہ کیا کرتے تھے اور کسی کے ساتھ زور زبردستی کرنے کا حق نہ تھا ہاں اگر کوئی سامنے سے تلوار اٹھاتا تو اس کا دفاع کرنے کی اجازت تھی۔فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کو چند آدمی دیکر مکہ کے جنوب میں تہامہ کی طرف اسلام کو دعوت دینے کے لئے روانہ کیا آپ ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ قبیلہ بنو جذیمہ نے آپ کا راستہ روک لیا۔آپ نے ان کے ساتھ جنگ شروع کر دی اور ان کے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اس کی اطلاع جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوری طور پر قصاص دیکر روانہ کیا اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ کی۔

10ھ کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 400 سواروں کی ایک جماعت کو سپہ سالار بنا کر حضرت خالد بن ولید کو نجران کے قبیلہ بنو حارثہ کی طرف بھیجا تا انہیں بھی اسلام کا پیغام پہنچے حضرت خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔اس کی اطلاع جب بذریعہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس قبلیہ کے کچھ لوگوں کو لیکر خود مدینہ میں آؤ چنانچہ آپ ان کا ایک وفد لیکر مدینہ روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید بیان رکرتے ہیں کہ میں نے یہ چھ ماہ کا عرصہ بطور مبلغ کے گزارہ آپ ایک بہادر جرنیل ہی نہ تھے بلکہ بہترین مبلغ بھی تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معا بعد فتنہ ارتداد اٹھا۔اس کو فروغ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گیارہ لشکر تیار کئے تھے ان میں سے جو لشکر طلیحہ اور مالک بن نویرہ کی طرف روانہ کیا اس کی سپہ سالاری آپ کے سپرد تھی۔اسی طرح مالک بن نویرہ کی ایک رشتہ دار سجاح نامی نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کردیا تھا اور کہا کہ مرد ہی نہیں بلکہ عورت بھی نبی بن سکتی ہے۔ اس طرح اس نے اپنے گرد چار ہزار لوگوں کو جمع کیا تھا۔اور مدینہ میں حملہ کرنے کی تیاری میں لگے مالک بن نویرہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔اوران دونوں نے مل کران علاقوں میں حملہ کیا جو سجاح کو نبی نہیں مانتے تھے۔لیکن شکست ہوئی اور سجاح وہاں سے یمامہ چلی گئی۔اسطرف مسلیمہ نے پہلے ہی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہوا تھا یہ دونوں خوفزدہ بھی تھے انہوں نے ایک جگہ اکٹھے ہونے کے لئے آپس میں شادی کرلی اور مسلیمہ نے اپنے حق مہر کے طور پر فجر اور عشاء کی نمازیں معاف کردیں۔اس طرح ان لوگوں نے شریعت کے ساتھ بھی مزاق کیا۔حضرت خالد بن ولید جب اپنی پہلی مہم سے فارغ ہوئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے۔جب آپ کا لشکر بنو تمیم کے علاقہ میں پہنچا تو سجاح کے ساتھی بھاگ گئے اور سجاح بھی بھاگ کر عراق چلی گئی۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ہدایت دی تھی کہ آپ بستی میں جائیں اور وہاں پر اذان دیں اگر بستی والے بھی اذان دیں تو سمجھ لو کہ وہ مسلمان ہیں ان پر کوئی حملہ نہ کرے۔ آپ ہر جگہ ایسا ہی کرتے۔اس ارتدادی مہم میں مالک بن نویرہ بھی قتل ہوا اور سارے کا سارا علاقہ واپس مسلمان ہوگیا اور تمام جھوٹے دعویدار حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔

قارئین کرام! حضرت خالد بن ولید کے جنگی واقعات کو تفصیل سے نہیں بیان کیا جاسکتا۔ آپ نے اسلام کی خاطر سینکڑوں جنگیں لڑیں اور ہر جہاد میں خدا تعالیٰ نے آپ کو عظیم کامیابی عطا فرمائی۔ایک مرتبہ انبار شہر جو شمالی عراق کی طرف ہے آپ گئے۔ یہ شہر دو دریاؤں کے بیچ میں واقع تھا۔درمیان میں ایک خندق حائل تھی جو پانی سے بھری ہوئی تھی اور وہاں تک پہنچنے کے لئے کشتیاں بھی نہیں تھیں۔تو آپ نے کمزور اور بوڑھے اونٹوں کو ذبح کر کے خندق میں ڈال دیا جس سے گوشت اور ہڈیوں کا ایک پل بن گیا۔اس طرح آپ نے اس قلعہ میں داخل ہوکر اس کو فتح کیا۔

الغرض فارس، شام، روم، دمشق، حیرا، عراق، انطاکیہ، خلب وغیرہ کے تمام علاقے حضرت خالد بن ولیدؓ کی یاد دلاتے ہیں اور ایسے ہی کتنے علاقے ہیں جن کو خالد بن ولیدؓ نے اسلامی حکومت میں داخل کیا۔

ہرقل شاہ روم کو جب اس بات کا علم ہوا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ شام کا علاقہ بصریٰ فتح کرلیا ہے تو اس نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اخباوین میں اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کردیں۔اخباوین ایک ایسا علاقہ تھا جہاں کا سفر نہایت مشکل

گزار اور تکلیف دہ تھا لیکن خدا اور اس کے رسول کے سچے عاشقوں نے اس سفر کے لئے کوچ کیا۔ اخبادین کے اس مشکل اور لمبے سفر کا ذکر نپولین نے بارہ سو سال بعد ان الفاظ میں کیا تھا۔
"ایک عظیم اسلامی فوج کی قیادت کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی تو مسلمان شائد ہی اخبادین کی طرف پیش قدمی کرتے۔" نیا پہرہ۔ جس وقت اسلامی لشکر اخبادین پہنچا تو رومیوں نے ایک عرب عیسائی کو ہماری جاسوسی کے لئے روانہ کیا۔ اس نے واپس جا کر رومی سپہ سالار کو بتایا۔ بے شک مسلمان آپ لوگوں سے بہت کم ہیں لیکن ہم ان سے کبھی جیت نہیں سکتے۔ کیوں کہ ان کے مرد دن کو میدان جنگ میں لڑنے کو تیار رہتے ہیں اور راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرتے ہیں۔

معزز قارئین! اسلامی فتوحات قطعاً جنگی مہارت کا نتیجہ نہیں تھیں بلکہ یہ جنگیں دعاؤں کے زور سے لڑی گئی تھیں اور اس کی بنیاد ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ڈالی تھی۔ جنگ بدر کا موقعہ تھا اور جنگ جاری تھی لیکن میرے آقا اپنے خیمہ میں خدا کے آستانہ پر گرے ہوئے تھے اور آپ نے یہ جنگ میدان میں نہیں بلکہ اپنے خیمہ میں جیتی تھی۔ پس اے احمدیت کی فتح کے نظاروں کو دیکھنے کے خواہشمندو! اگر تم بھی اسلام کی فتح مبین دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی عبادت کی جگہوں کو گرم کرو اور دعاؤں میں لگ جاؤ کہ اصل فتح کا مقام عبادت گاہیں ہیں جس کے ذریعہ ایک قطرہ خون گرائے بنا ہم دشمنوں پر فتح مبین حاصل کریں گے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو آخری سب سے بڑی اسلامی جنگ لڑی وہ جنگ یرموک تھی جس میں ستر ہزار رومی مارے گئے تھے اور چالیس ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ الغرض آپ کی ساری زندگی میدان جنگ میں گزری۔ آپ نے اللہ کی راہ میں بے شمار زخم کھائے۔ آخر وقت آیا اور جب آپ بستر مرگ پر تھے تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ آپ کے ایک ساتھی نے پوچھا اے خالد کیا موت کے ڈر سے روتے ہو۔ خالدؓ نے کہا نہیں نہیں میں موت سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ خالد تو ان جگہوں میں جاتا جہاں موت ڈیرے ڈالے ہوئے ہوتی اور بڑے بڑے شیر دل لوگوں کے پتے بھی پانی ہوتے تھے۔ دیکھو خالد نے اللہ کی راہ میں کتنے زخم کھائے ہیں۔ اس پوچھنے والے کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے جسم پر لگے زخم دکھائے اپنی چھاتی دکھائی اپنے بازو ننگے کئے اور کہا یہ دیکھو یہ دیکھو اور مجھے بتاؤ میرے جسم پر کوئی ایک بالشت بھی جگہ ایسی ہے کہ جہاں میں نے اللہ کی راہ میں زخم نہ کھائیں ہوں مگر وائے حسرت اور وائے حسرت یہ خالد شہادت کی تمنا لے کر میدان جنگ میں جانے والا شہید نہ ہو سکا۔ اور آج اس بستر مرگ پر جان دے رہا ہے۔ یہ ہے وہ غم جو مجھے اس وقت کھائے جا رہا ہے۔

قارئین کرام! آج اسلام کی نشاۃ ثانیہ نے بھی اسلام و احمدیت کے جیالوں سے شہادتوں کا مطالبہ کیا اور کتنے ہی اس راہ میں شہید ہو کر صالحیت کے مقام سے اوپر چلے گئے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم اپنی زندگیوں کو گزارنے والے بنیں۔ آمین۔

ھوالشافی ہومیوپیتھک کلینک قادیان

We Treat but Allah Cures

۱) ڈاکٹر سید سعید احمد صاحب Ph:(R) 70432
۲) ڈاکٹر چوہدری عبدالعزیز اختر Ph:(R) 70351

محلہ احمدیہ قادیان
143516 پنجاب

Ph:-(Clinic)
01872 - 22278

میں لڑکے کی ماں ہوں

امۃ الباری ناصر کراچی

پہلا رخ

میں لڑکے کی ماں ہوں
کئی سال سے اچھے رشتے کی خاطر
گھر بہ گھر جھانکتی در بہ در پھر رہی ہوں
مری زد میں ساری حسیں اور جواں لڑکیاں
ہیں
مرے علم میں ان کی مجبوریاں ہیں
جو بھی خاتون کرتی ہے مجھ کو سلام
میں سمجھتی ہوں اس کے گھر بھی جوان لڑکیاں
ہیں
اطلاع دے کر گھر گھر میں جاتی ہوں تا کہ
اپنی ہمت سے بڑھ کر وہ تیاری کر لیں
تواضع تکلف میں پیسہ بہا دیں
میں گھر گھر سے کھا کھا کے موٹی ہوئی ہوں
موٹی بھی اتنی کہ پھٹ ہی گئی ہوں
اَن گنت لڑکیاں میری نظروں سے گزریں
ان کے کمزور پہلو ہیں میری نظر میں
ان کو رد کر کے ناکام آتی ہوں واپس
اس کا چرچا بھی کرتی ہوں گھر گھر میں جا کر
میں لڑکے کی ماں ہوں
نگہ میں کوئی لڑکی جچتی نہیں ہے
کوئی موٹی ہے یا پتلی بہت ہے
کسی کے گھنے بال ہیں، کوئی گنجی
کوئی ٹھگنی ہے کوئی لمبی بہت ہے
کوئی ان پڑھ، کوئی پڑھی لکھی بہت ہے
کوئی پنجابی ہے، کوئی اردو اسپیکنگ
کہیں کوئی job کرتی نہیں ہے
کہیں کوئی چھوٹے سے گھر کی مکیں ہے
کہیں راستے گلیاں اچھی نہیں ہیں
کسی کالونی کے فلیٹوں کی لڑکی
مرے دل کو ہرگز بھی بھاتی نہیں ہے
جسے دیکھو کوئی نہ کوئی کمی ہے
میں لڑکے کی ماں ہوں
جمعے، جلسے اور اجتماعوں میں جا کر
ہر اک خوبرو لڑکی کے پاس جا کر
اسے آگے پیچھے، دائیں بائیں گھما کر
بڑے غور سے گھور کر دیکھتی ہوں
اسے نظروں ہی نظروں میں تولتی ہوں
کہیں بھی میری تسلی نہیں ہے
کہ ہے خوب سے خوب تر کی توقع
مرضی کی لڑکی ملتی نہیں ہے
میں لڑکے کی ماں ہوں
مجھے جہیز کا کوئی لالچ نہیں ہے
مری ساس کو سونے کے کڑے ملے تھے
اس آس پہ کہ جب اپنا بیٹا بیاہوں تو مجھ کو
ملیں گے
پھر بھی مجھے کوئی لالچ نہیں ہے
مری لسٹ میں کار کوٹھی فرج ٹی وی سب کچھ ہے
لیکن
وہ اس کے علاوہ بھی جو چاہے لائے
میں چاہوں تو اس وقت سب حسرتیں دور کر
لوں
کوئی محرومیاں اپنی باقی نہ چھوڑوں
مگر مجھ کو اپنے خدا کا بھی ڈر ہے
میرے بھی گھر میں جواں لڑکیاں ہیں
میرے بیٹے کا رنگ سانولا ہے۔ بہت
سانولا ہے
کوئی لڑکی گوری بہت گوری ہو تو
ہمارے گھر میں بھی دیکھنے کو کوئی چہرہ روشن
ملے
میرے بیٹے کا قد قدرے کم
لمبی لڑکی ملے تو یہ ٹھگنے قدوں کی نحوست ٹلے
خیر سے میرا بیٹا موٹا بہت ہے
اسے smart اور slim کی خواہش بجا
ہے
لڑکا بھینگا بھی ہے مگر اس کا کیا ہے؟
میرے لاڈلے نے نہ جم کر پڑھا ہے، نہ جم
کر کمایا
مگر اس کا وعدہ ہے گر لڑکی والے اسے
states بھیج دیں گے تو جم کر پڑھیگا،
کمائی کریگا
کاش لڑکی green card
holder ہو
میں لڑکے کی ماں ہوں

اچھے رشتے کی خاطر کئی سال سے
گھر بگھر جھانکتی، دربدر پھر رہی ہوں
اب تو لڑکا بھی انصار میں ہو گیا ہے
دانت ہلنے لگے سر سے گنجا ہوا ہے
بات کرتے ہوئے ہکلانے لگا ہے
اور چلنے میں کچھ لنگڑانے لگا ہے
میں اپنے اس حسیں شاہزادے کی خاطر
کہاں سے کوئی حور پری ڈھونڈ لاؤں
مجھے مشورہ دیں
میں لڑکے کی ماں ہوں

دوسرا رخ

میں لڑکے کی ماں ہوں
گھر بگھر جھانک کر۔ دربدر گھوم کر
بلا آخر مجھے حور پری مل گئی ہے
چاند جیسی نہیں چاند سے بھی حسیں ہے
اس کی بادامی آنکھوں میں lenses کے رنگ ہیں
اس کے ہونٹوں پہ ہے میکس فیکٹر کی سرخی
گال جیسے گلابوں پہ رنگ آ گیا ہو
ناک جیسے کوئی تازہ گاجر دھری ہو
دانت جیسے کوئی موتیوں کی لڑی ہو
بال جیسے گھٹائیں گھنی اور کالی
ہاتھ بے حد حسیں انگلیاں بھنڈیاں ہیں
وہ چلتی ہے جیسے کوئی مورنی ہو
وہ اٹھتی ہے جیسے قیامت اٹھی ہو
وہ اٹھے تو عشاق دل بیٹھ جائیں
سرو قد نازنیں جیسے مورت کھڑی ہو
دست قدرت نے فرصت میں جیسے گھڑی ہو
دودھ بھی سامنے اس کے میلا لگیگا
کوئی کتنا ہی smart ہو تھیلا لگیگا
مرے رشتہ داروں کی حالت نہ پوچھو
آج تک ان کی حیرت سے آنکھیں پھٹی ہیں
اور ہمسائیاں دیکھ کر جل گئی ہیں
حور لنگور کے پہلو میں آ گئی ہے
مرے بھی گھر اک بہو آ گئی ہے
میرا بیٹا تو بالکل ہی لٹو ہوا ہے
ساتھ اس کے مگر نظر بٹو ہوا ہے
میں لڑکے کی ماں ہوں
خیر سے جہیز لاکھوں کا لائی ہے دلہن
ساس کے لئے سونے کے بھاری کڑے ہیں
فرنیچر۔ جیسے شوروم ہی ساتھ لائی
بجلی کا سامان سب لے کہ آئی
گیٹ کے پاس نیلی جو گاڑی کھڑی ہے
بہو لے کہ آئی ہے بالکل نئی ہے
میں او چھی نہیں ہوں کہ سب کچھ بتاؤں
چشم بددور بس چھوڑ و تھک ہی نہ جاؤں
میں لڑکے کی ماں ہوں
بہو آنے پہ کچھ روز تو خیر گزری
مگر رفتہ رفتہ وہ کھلنے لگی پھر
لگائی بجھائی بھی کرنے لگی ہے
جھگڑا لڑائی بھی کرنے لگی ہے
زباں کی بہت تیز ہے ہاتھ کی بھی
بڑوں سے نہیں بات کا کچھ سلیقہ
نہ چھوٹوں سے برتاؤ کا ہے طریقہ
زباں اس کی آری ہے قینچی یا چاقو
اور کاٹ ایسی گہری کہ کھب جائے دل میں
میرے بیٹے کو ہاتھوں پہ ڈالا ہے اس نے
اس اُلو کو اُلو بنایا ہے اس نے
میرے بال جو تھوڑے سے بچ گئے ہیں
غنیمت ہے پھر بھی یہ کب تک رہیں گے
مجھے کرتی ہے 'او بڈھی' کہہ کر مخاطب
اور ابا کو اس کے علاوہ بہت کچھ
گھر کو ہوٹل سمجھتی ہے ہم کو ملازم
میں لڑکے کی ماں ہوں
ہمیں گوری صورت سے نفرت ہوئی ہے
اپنے بیٹے سے مجھ کو ندامت ہوئی ہے
صرف صورت نہ کام آئی میرے نہ اس کے
صرف دولت نہ کام آئی میرے نہ اس کے
میں صورت کو چاٹوں کہ زخموں کو چاٹوں
چھین کر اس نے سب کچھ نکالا ہے گھر سے
سڑک پہ، بہت دیر سے رو رہی ہوں
آپ لوگوں کی خاطر یہ سب لکھ رہی ہوں
کہ حسن اور سرمایہ کچھ بھی نہیں ہے
جو تقویٰ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
فقط دین داری ہے خوف خدا ہے
کہ جس پہ گھروں کے سکوں کی بنا ہے
میں لڑکے کی ماں ہو

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن جلد 8 شمارہ 14)

معلومات

1۔سمندر کی سامن مچھلی بیس پچیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتی ہے۔
2۔سمندر کا بھیڑیا یعنی شارک مچھلی 17 سے 20 میل فی گھنٹہ بھاگتی ہے۔
3۔گدھ کی رفتار سو میل فی گھنٹہ تک ہو جاتی ہے۔
4۔ابابیل کی اڑان 90 میل فی گھنٹہ ہے۔
5۔عقاب کی اڑان تیز دوڑنے والے گھوڑے کے برابر ہے۔
6۔کوا بسیرا لینے کے لئے جب دوڑتا ہے تو 25 میل فی گھنٹہ پرواز کرتا ہے۔
7۔نامہ بر کبوتر کی چال 80 میل فی گھنٹہ کی اوسط پر رہتی ہے۔
8۔کچھوے کے دانت نہیں ہوتے۔
9۔گھوڑے کے آنکھوں پر بھنویں نہیں ہوتیں۔
10۔خرگوش کے پپوٹے نہیں ہوتے۔
11۔مینڈک منہ کھول کر سانس نہیں لے سکتا اگر کچھ دیر تک اس کا منہ جبراً کھلا رکھا جائے تو دم گھٹ کر مر جاتا ہے۔
12۔ایک جوان ہاتھی 84 من بوجھ اٹھا سکتا ہے۔
13۔ایک کاڈ مچھلی ایک وقت میں 25 کروڑ انڈے دیتی ہے۔
14۔مکڑی کا ایک پاؤنڈ جالا کرۂ ارض کو گھیرے میں لے سکتا ہے۔
15۔انسان کے جسم میں 249 ہڈیاں ہوتی ہیں۔
16۔خون دل سے سات میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گزرتا ہے۔
17۔انسان کا خون ایک دن میں 168 میل چکر لگاتا ہے۔
18۔چوپایوں میں صرف اونٹ ہی ایک ایسا جانور ہے جو تیر نہیں سکتا۔
19۔ایک پاؤنڈ شہد جمع کرنے کے لئے شہد کی ایک مکھی کو چالیس سال محنت کرنی پڑتی ہے۔
20۔اونٹ سو میل کے فاصلہ سے ہی پانی کی بو پالیتا ہے۔
21۔مچھلی کی آنکھیں کبھی بند نہیں ہوتیں۔
22۔سانپ اپنی زبان سے سنتا اور چکھتا ہے۔
23۔سنگترے کا درخت ڈیڑھ سو سال تک پھل دیتا ہے۔
24۔تمام جانوروں میں سے صرف انسان اور بندروں کو زکام ہوتا ہے۔
25۔ہاتھی، کتے، بکری اور بلی کو پسینہ نہیں آتا۔
26۔تندرست انسان کی نبض ایک منٹ میں 72 بار حرکت کرتی ہے۔

(مرسلہ عدنان، عرفان، سلمان از قادیان)

لطائف

☆۔ایک مسخرہ کسی امیر کے پاس گیا۔وہ امیر بہت اچھے فرش پر بڑی شان سے تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔یہ مسخرہ ادب سے دور تو نہ بیٹھا اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔امیر کو غصہ آیا اور مسخرے سے کہنے لگا تجھ میں اور گدھے میں کیا فرق ہے؟ تو مسخرے نے بالشت سے اپنے اور امیر کے درمیان فاصلہ ناپ کر جواب دیا کہ دو بالشت کا۔

☆۔ایک بچہ جو پہلے ہی دن اسکول گیا اور واپس گھر آیا تو ماں نے پوچھا "بیٹا آج تم نے کیا پڑھا؟" لڑکا بولا " کچھ بھی نہیں" ماں کہنے لگی تو پھر دن بھر کیا کرتا رہا۔لڑکے نے جواب دیا ایک شخص وہاں کرسی پر بیٹھا تھا اس کو الف ب نہیں آتی تھی وہ بار بار ہم سے پوچھتا تھا اور ہم اسے بتاتے رہے۔

(مرسلہ طلحہ احمد چیمہ قادیان)

☆ممتحن (لڑکے سے) بتاؤ پانچ اور ایک کتنے ہوتے ہیں؟ لڑکا خاموش رہا۔ممتحن: دیکھو! اگر میں تم کو پانچ خرگوش الگ اور ایک خرگوش الگ دوں تو تمہارے پاس کل کتنے ہوں گے؟ لڑکا: سات۔ممتحن: وہ کیسے؟ لڑکا کیوں کہ جناب ایک پہلے سے ہی ہمارے گھر میں موجود ہے۔

☆باپ (بیٹے سے) تم دھوپ میں کیوں دوڑ رہے ہو؟ بیٹا: میں دوڑ دھوپ کر رہا ہوں۔

☆استاد: "اچھا بتاؤ اورنگزیب کے مرنے کے بعد کیا ہوا؟" طالب علم: "جناب اسے دفن کر دیا گیا۔" استاد: "الّو کھڑے ہو جاؤ بینچ پر" طالب علم: جی "ابھی بتاتا ہوں" استاد: اچھا بتاؤ؟ طالب علم: اسے دفن کرنے سے پہلے غسل دیا گیا تھا۔

(مرسلہ عرفان احمد عارف قادیان)

محترم صدر صاحب خدام الاحمدیہ یو کے کی قادیان آمد

قادیان 21 فروری 2001ء محترم ابراہیم نونن صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ یو کے اور ان کے دو ساتھیوں محترم سید احمد دین صاحب نائب صدر و محترم نصیر الدین صاحب مہتمم خدمت خلق کی قادیان آمد پر ان کا روایتی شان کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ محترم موصوف 26 جنوری کو گجرات میں آئے قیامت خیز زلزلہ سے متاثرین کو ریلیف پہنچانے کے لئے لندن کی سماجی تنظیم Humanity First کی نمائندگی میں تشریف لائے ہوئے تھے۔

چنانچہ گجرات کے نامساعد حالات میں قادیان سے اس سلسلہ میں بھجوائے گئے وفد کے ساتھ تمام امدادی کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیا اور اپنی تنظیم کی طرف سے متاثرین کے لئے ایک لنگر بھی جاری کیا جہاں سے کم وبیش 20,000 زلزلہ زدگان نے فائدہ اٹھایا۔ علاوہ ازیں مذکور تنظیم کی طرف سے 300 ٹنٹس بھی تقسیم کئے گئے۔

امدادی کاموں سے فارغ ہو کر محترم موصوف اپنے ساتھیوں کے ساتھ قادیان تشریف لائے۔ یہاں قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے مرکزی دفتر ایوانِ خدمت میں ان کا استقبال کیا گیا اور ان کے اعزاز میں ایک شاندار عشائیہ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس موقعہ پر منعقدہ استقبالیہ تقریب میں معزز مہمانوں کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے عہدیداران و کارکنان دفتر و مجلس مقامی کے عہدیداران و کارکنان بھی مدعو تھے۔

استقبالیہ تقریب زیر صدارت محترم محمد نسیم خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت منعقد ہوئی۔ جس میں تلاوت عہد اور نظم کے بعد خاکسار زین الدین حامد معتمد مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے مجلس کی طرف سے ترحیبی کلمات پیش کئے۔ اس موقعہ پر محترم مہمانوں نے بھی اپنے قیمتی تاثرات کا اظہار کیا۔

محترم ابراہیم نونن صاحب موصوف جو کہ ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئے تقریباً دس سال قبل قبول حق کی سعادت پائی۔ اور مختلف رنگ میں خدمات بجالاتے رہے۔ اور اس وقت صدر مجلس خدام احمدیہ یو کے کے منصب جلیل پر فائز ہیں۔

ان کے مہمانوں کے اعزاز میں خدام الاحمدیہ و انصار اللہ کے مشترکہ انتظام کے تحت ایک جلسہ مجلس اقصیٰ میں منعقد کیا گیا۔ جس میں زلزلہ کے حالات پر تفصیلی تقاریر ہوئیں اور معزز مہمانان کرام نے بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

مورخہ 25 فروری کو یہ وفد بانیل مرام واپس لندن روانہ ہوا۔

کیرالہ سے اطفال الاحمدیہ کے وفد کی قادیان آمد

سال گزشتہ کی طرح امسال بھی علاقائی قیادت خدام الاحمدیہ کیرالہ کی طرف سے 31 اطفال پر مشتمل ایک وفد مکرم مولانا ٹی۔ ایم۔ محمد صاحب مبلغ سلسلہ کی نگرانی میں مورخہ 5 اپریل کو قادیان پہنچا۔ 24 روزہ قیام کے دوران اس وفد کے اراکین کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کی طرف سے مختلف پروگرام مرتب کئے گئے۔ تعلیمی و تربیتی کلاسز کا اہتمام، تفریحی و معلوماتی سیر، تعارف مقامات مقدسہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اطفال نے قادیان کے مقدس علمی و روحانی ماحول سے خوب استفادہ کیا۔ اس کلاس کے اختتام پر باقاعدہ امتحان لیا گیا، اور نمایاں پوزیشن لینے والے اطفال کو انعامات دئے گئے۔

ان اطفال کے قیام و طعام کا انتظام حضرت امیر جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت پر مکان حضرت ام طاہر میں کیا گیا تھا۔

28 اپریل کو یہ وفد بانیل مرام واپس روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر جہت سے مبارک فرمائے۔ آمین (ادارہ)

مبنی ہیں اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو نجی زندگی سے لے کر ایوان اقتدار تک ہر شعبہ میں ہر مرحلہ میں جھوٹ بولا جاتا ہے سیاست کا میدان ہو یا تجارت کی منڈی، تعلیمی ادارے ہوں یا صنعت و حرفت کا میدان ہر طرف جھوٹ ہی جھوٹ دکھائی دے رہا ہے مزید برآں یہ ہے کہ "عوام کالانعام" جو سیاست دان زیادہ جھوٹے، قومی اموال میں بے جا تصرف کرنے والے ہیں مختلف سکینڈل میں ملوث ہیں انہیں کو عوام اپنا قیمتی ووٹ دیتی ہے۔ ان کو ایوان اقتدار تک پہنچا دیتے ہیں۔ آج عدل و انصاف کی آماجگاہ کہلانے والی عدالتیں جھوٹ اور جھوٹی گواہیوں کے مراکز میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ عدل و انصاف کی کرسی میں براجمان ہو کر عدل و انصاف کا خون کرتے ہوئے ان کو شرم نہیں آتی۔ ان کا ضمیر مر چکا ہے دل سخت ہو چکے ہیں۔ خدا ترسی اور خشیت الٰہی کا نام و نشان نہیں ہے۔ جھوٹے گواہ بآسانی خریدے جاسکتے ہیں۔ بے گناہ کو گناہ گار اور گناہ گار کو بے گناہ ثابت کرنا عدلیہ کا ایک محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ پڑوس ملک پاکستان کو ہی لے لیں دین کے علم بردار کہلانے والے ملّاں کس قدر عدالتوں میں جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ اور معصوم احمدیوں کے خلاف جھوٹے مقدمے قائم کئے جاتے ہیں بے سروپا غلط بیانات کی اشاعت روزمرہ ان کی سیاسی اور مذہبی کردار کا لازمی حصہ بن چکی ہے۔ پس آج جسقدر قومیں بھی دنیا میں موجود ہیں وہ سب کے سب اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہیں اور جب ان قوموں کی اخلاقی تنزل و ادبار کا منصفانہ تجزیہ کرتے ہیں تو بآسانی ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ سچائی سے انحراف کے نتیجے میں یہ سب وبائیں ان پر پھوٹی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں جماعت احمدیہ کو اسی غرض کے لئے قائم فرمایا ہے کہ وہ اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کرے اور ان تمام اخلاق حسنہ کو جن کو امت محمدیہ بھول چکی ہے اور دنیا سے ناپید ہو چکے ہیں از سر نو قائم کر کے صدق اور راستی کا وہ حسین دور دوبارہ قائم ہو جو سیدنا حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ اور خلفاء کرام کے زمانہ میں قائم تھا۔ پس حضرت امیر المومنین کا اس طرف توجہ دلانا کہ ہر احمدی سچائی کو اپنائے سچائی کا امین بنے بہت گہرے نفسیاتی نقطہ ہے۔ قوموں کے عروج و زوال کا تفصیلی مطالعہ کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

قارئین کرام! جب ہم اس پہلو سے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے قرآن کریم نے جابجا اس اہم ترین خلق کا مختلف رنگ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے فقدان کے نتیجہ میں قومیں جھوٹ کی نجاست میں مبتلا ہوتی ہیں اس کا بھی ذکر فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایها الذین امنوا اتقوااللہ وکونوا مع الصادقین۔

اس ایت کا سادہ اور عام فہم ترجمہ یہ ہے کہ اے مؤمنو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ یعنی تقویٰ اختیار کرو جس کے نتیجے میں تم سچے لوگوں میں شمار ہوگے۔ یہاں "مع" کا لفظ "من" کے معنی میں بھی ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ تم صادق یعنی سچے بن جاؤ۔ اور یہاں جو یہ واؤ ہے اس کو واو الحال سمجھا جائے تو معنی یہ بنیں گے کہ تم سچوں میں شامل ہوتے ہوئے تقویٰ کے راستہ پر آگے بڑھو۔ یعنی تقویٰ کے حصول کے لئے سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ سچائی پر قدم مارے۔ جس کا قدم سچائی پر ہوگا وہی ہے جو تقویٰ اللہ میں ترقی کر سکے گا۔ الغرض جس شخص کی زندگی صدق، راستی، اور قول سداد پر ہوگی وہی تقویٰ حاصل کر سکے گا اور وہی بامراد ہوگا۔ اس ایت سے سچائی اختیار کرنے کی

غیر معمولی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان المسلمین و المسلمات والمؤمنین و المؤمنین والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات...... اعد اللہ لہم مغفرۃ و اجراً عظیماً۔ یقیناً کامل مسلمان مرد اور کامل مسلمان عورتیں کامل مؤمن مرد اور کامل مؤمن عورتیں کامل فرمانبردار مرد اور کامل فرمانبردار عورتیں اور کامل راست گو مرد اور کامل راست گو عورتیں....ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے امت مؤمنین میں پائی جانے والی بعض ضروری صفات کا ذکر فرمایا ہے۔اور ہر فردِ مؤمن کو اپنے اعمال و کردار کا بغور جائزہ لینے اور تلافی مافات کے لئے کوشش کرنے کے لئے ایک بہترین موقعہ فراہم فرمایا ہے منجملہ ان صفات میں سے ایک یہ بیان کیا گیا ہے "الصادقین والصادقات" سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں۔عام طور پر قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ جب بھی کسی بات کا حکم دینا ہو یا کسی چیز سے روکنا ہو تو یا یاایھا الذین امنوا یاایھا الناس وغیرہ کہہ کر مخاطب ہوتا ہے لیکن یہاں اپنے عام اسلوب سے ہٹ کر مردوں عورتوں کو الگ الگ مخاطب کیا گیا ہے اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے موجودہ انسانی معاشرہ مرد اور عورت کے مساوی حقوق کا علمبردار کہلاتا ہے اور یہ معاشرے جس قدر جھوٹ جیسی سماجی برائیوں میں ملوث ہیں کسی اور برائی میں ملوث نہیں یہاں الصادقین الصادقات کہا گیا ہے یعنی مردوں اور عورتوں کی خاص توجہ مبذول کرانے کے لئے یہاں دونوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مردوں میں بڑی بھاری اکثریت ایسی ہوگی جو اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے کماحقہ اس تعلیم کی طرف توجہ نہیں دے سکے گی۔اسی طرح عورتوں میں بھی بڑی مقدار ایسی ہوگی کہ جھوٹ اور تلمع پر مشتمل نظام معیشت سے منسلک ہوگی چنانچہ جب ہم مردوں کی مجالس کو دیکھتے ہیں یا پھر عورتوں کی مجالس اور کلبوں کے بارہ میں غور کرتے ہیں تو جھوٹ اور غلط بیانی اور قول سداد سے انحراف جیسے نقائص عام دکھائی دیتے ہیں۔شادی بیاہ کے موقع پر بھی جھوٹ اور تلمع اور قول سداد سے انحراف سے کام لیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں بعد میں رشتہ ناطہ میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔اور تعلقات ناخوش گوار ہوتے ہیں۔یہاں تک کہ طلاق خلع تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔اگر ہم ایسے مسائل کا غیر جانب دارانہ تجزیہ کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ ان تمام فسادات کا سبب جھوٹ اور کذب بیانی اور قول سداد سے انحراف ہی ہے۔جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ہرے بھرے درخت مرجھا جاتے ہیں بے ثمر ہوتے ہیں،خشک ہونے لگتے ہیں بظاہر اس کی آبیاری کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔موسم کے مناسب حال اس کی نگہداشت بھی کی جاتی ہے ماہرین جب تحقیق کرتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ اس کی جڑوں میں ایک ایسی بیماری لاحق ہے جس نے اندر ہی اندر درخت کو کھوکھلا کر دیا ہے۔پھر ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ بظاہر سرسبز و شاداب نظر آنے والے ایسے درخت پیوند خاک ہو جاتے ہیں جس سے بعض دفعہ کئی جانیں بھی تلف ہو جاتی ہیں۔الغرض سچائی کو اختیار کئے بغیر روحانیت کی سرسبز شاخوں کی آبیاری ممکن نہیں ہے۔اور نہ وہ شاخیں ثمر آور ہو سکتی ہیں بلکہ وہ آج نہیں تو کل اپنی رونق کھو بیٹھیں گی۔اور مستقبل قریب میں ہی اس کا وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔یہی بات روزمرہ ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے۔ایسے خطرناک نتائج سے اسلامی معاشرہ کو محفوظ اور مامون بنانے کے لئے قرآن مجید نے بالخصوص سچائی اختیار کرنے اور سچوں میں شامل ہونے کی تلقین فرمائی۔اور اسلام جس قسم کے فلاحی اور اصلاحی معاشرہ کا قیام چاہتا

ہے اس کی بنیاد قولِ سدید، راستی، سچائی پر ہے۔ پس آج احمدیت کے ذریعہ جس فلاحی معاشرہ کے قیام کی بنیاد رکھی جاچکی ہے اس کی تعمیر اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اس معاشرہ کا ہر فرد کا دل سچائی کی محبت اور جھوٹ کی نفرت سے لبریز ہو۔

قارئین کرام! صانع حقیقی کی طرف سے ازل سے ہی انسانی فطرت میں سچائی ودیعت کی گئی ہے۔ لیکن بعض اغراض نفسانی کی وجہ سے وہ اس فطری خاصہ سے منحرف ہوتا ہے اور جھوٹ بولنے لگتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں بیان فرماتے ہیں:

''اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا کیوں کہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے؟...... سچ بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو۔ اس میں خداتعالیٰ کی تعلیم یہ ہے۔

''فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (الحج)

ولا یأب الشهداد اذا مادعوا (البقره)

ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه آثم قلبه۔(البقره)

واذا قلتم فاعدلوا ولوکان ذا قربیٰ (الانعام)

کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین (النساء)

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا (المائده)

والصادقین والصادقات (الاحزاب)

وتواصو بالحق تواصو بالصبر۔(العصر)

لا یشهدون الزور (الفرقان)

ترجمہ ان آیات کا یہ ہے:

بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کے لئے بلائے جاؤ تو جانے سے انکار مت کرو اور سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائیگا اس کا دل گنہگار ہے اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہے۔ اگر چہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو حق و انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو۔ جھوٹ مت بولو اگر چہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے یا اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ کو۔ اور چاہئے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی سے نہ روکے سچے مرد اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائینگے۔ ان کی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔

(روحانی خزائن ص 361-360)

قارئین! کس قدر حسین ہیں اسلامی تعلیمات۔ مختلف سورتوں سے لی گئی ان آیات میں معاشرہ میں پائی جانے والی تمام تر برائیوں کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ کسقدر حیرت انگیز تعلیم ہیں!! دنیا کی کوئی کتاب اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کرسکتی۔ آج دنیا کے پردہ پر جسقدر خطرناک جنگیں ہوتی ہیں۔ نجی زندگی سے لے کر ایوان اقتدار تک جسقدر بدیاں اور بدانیاں اور بے چینیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ سب کے سب ان حسین تعلیمات سے روگردانی کا

ہی نتیجہ ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے جھوٹ اور جھوٹی گواہیوں کے نتیجہ میں خاندان کے خاندان، قبیلہ کے قبیلے انتشار و پراگندگی کے شکار ہوئے پس آج دنیا Might is right جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر طاقت ور قومیں غریب اور پسماندہ اقوام کے حقوق غصب کر رہی ہیں۔ جھوٹ اور تلمع کو کام میں لاتے ہوئے کمزور قوموں کو آپس میں لڑا رہی ہیں۔ کاش دنیا اس حقیقت کو سمجھتی! کاش امت مسلمہ جھوٹ اور تلمع اور کذب بیانی سے مرصع ان کے بیانات کی حقیقت کو سمجھتی۔

معزز قارئین

وقت کی رعایت کے پیش نظر زیادہ تفصیل میں نہ جاتا ہوا ایک اور آیت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"طاعة وقول معروف فاذا عزم الامر فلو صدقوا الله لكان خيرالهم (محمد 21)"

جماعت مؤمنین کا اصل طریق یہ ہونا چاہئے کہ وہ کہیں کہ ہمیں کسی جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ ہمارا کام تو اطاعت کرنا اور لوگوں کو نیک باتیں سنانا ہے۔ پھر جب بات پختہ ہو جاتی ہے تو اگر وہ اللہ کے حضور سچے بنتے ہیں (یعنی جو اطاعت کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیتے ہیں) تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ امت مؤمنین کو یہ نصب العین عطا فرمایا ہے کہ اطاعت قول معروف اور سچائی کو اختیار کرنے سے ہی کامیابی مل سکتی ہے۔

معزز قارئین! آج کی Civilised انسانی معاشرہ یہ بہانہ بنایا کرتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر کام نہیں چل سکتا یہ صرف ان کا وہم ہے۔ ادنیٰ شہوات کی اسیری کے نتیجہ میں ایسے خیالات انسان کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں لاکھوں اور انبیاء اور اولیاء اور صلحاء گزرے ہیں جن کو سچائی پر قائم رہنے کے نتیجہ میں دنیا و آخرت کی برکات سے وافر حصہ عطا کیا گیا۔ جھوٹ کو ترک کرنے اور سچائی کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں وہ مطہر کئے گئے پاک علوم و معارف کے دروازے ان پر کھولے گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''حقیقت میں جب تک انسان جھوٹ کو ترک نہیں کرتا وہ مطہر نہیں ہو سکتا۔ نابکار دنیا دار کہہ سکتے ہیں کے جھوٹ کے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔ یہ ایک بے ہودہ گوئی ہے۔ اگر سچ سے گزارا نہیں ہو سکتا تو پھر جھوٹ سے ہرگز گزارا نہیں ہو سکتا۔ افسوس یہ بد بخت لوگ خدا تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے وہ نہیں جانتے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بدوں گزارا نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنا معبود اور مشکل کشا جھوٹ کی نجاست کو ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جھوٹ کو بتوں کی نجاست کے ساتھ وابستہ کر کے بیان فرمایا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 ص 367)

نیز فرمایا:

یقیناً یاد رکھو! انسان کمزوریوں کا مجموعہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے 'خلق الانسان ضعیفا' انسان کو اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے..... جب وہ اتنی کمزوریوں کا نشانا اور مجموعہ ہے تو اس کے لئے امن اور عافیت کی یہی سبیل ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ صاف ہو۔ اور اس کا سچا اور مخلص بندہ بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صدق کو اختیار کرے۔ جسمانی نظام کی کل بھی صدق ہی ہے جو لوگ صدق کو چھوڑ دیتے ہیں اور خیانت کر کے جرائم کو پناہ میں لانے والی سپر کذب کو خیال کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ آنی اور عارضی طور پر یہ ممکن ہے کہ اس سے کسی انسان کو فائدہ ہو جائے۔ لیکن فی الحقیقت کذب کو اختیار

کرنے سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ اور اندر ہی اندر اسے ایک دیمک لگ جاتی ہے۔ ایک جھوٹ کے لئے پھر اسے بہت سے جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں۔ کیونکہ اس جھوٹ کو سچائی کا رنگ دینا ہوتا ہے۔ اسی طرح اندر ہی اندر اس کے اخلاقی اور روحانی قویٰ زائل ہو جاتے ہیں اور پھر اسے یہاں تک جرأت اور دلیری ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھی افتراء کر لیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے مرسلوں اور ماموروں کی تکذیب بھی کر دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اظلم ٹھہر جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 ص 369)

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں درج ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے طلب علم کے لئے نکلے تو آپ کی والدہ صاحبہؒ نے ان کے حصہ کی اسی اشرفیاں ان کے بغل کے نیچے پیراہن میں سی دیں۔ اور یہ نصیحت کی کہ بیٹا جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔ حضرت سید عبد القادرؒ جب گھر سے رخصت ہوئے تو پہلی ہی منزل میں ایک جنگل میں سے ان کا گذر ہوا جہاں چوروں اور قزاقوں کا ایک بڑا قافلہ رہتا تھا جہاں ان کو چوروں کا ایک گروہ ملا انہوں نے آپ کو پکڑ کر پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ آپؒ نے دیکھا کہ یہ تو پہلی ہی منزل میں امتحان در پیش آیا اپنی والدہ صاحبہ کی آخری نصیحت پر غور کی اور فوراً جواب دیا کہ میرے پاس اسی اشرفیاں ہیں جو میری بغل کے نیچے میری والدہ صاحبہ نے سی دی ہیں۔ وہ چور یہ سن کر سخت حیران ہوئے کہ یہ فقیر کیا کہتا ہے۔ ایسا راستباز ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور آپؒ کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے بھی جب آپؒ سے سوال کیا تب بھی آپؒ نے وہی جواب دیا آخر جب آپ کے پیراہن کے اس حصہ کو پھاڑ کر دیکھا گیا تو واقعی اس میں اسی اشرفیاں موجود تھیں۔ ان سب کو حیرانی ہوئی اس پر ان کے سردار نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس پر آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کی نصیحت کا ذکر کر دیا اور کہا کہ میں طلب دین کے لئے گھر سے نکلا ہوں اگر پہلی ہی منزل پر جھوٹ بولتا تو کیا حاصل کر سکتا۔ اس لئے میں نے سچ کو نہیں چھوڑا۔ جب آپ نے یہ بیان فرمایا تو قزاقوں کا سردار چیخ مار کر رو پڑا اور آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کی کہتے ہیں کہ آپؒ کا سب سے پہلا مرید یہی شخص تھا

غرض صدق ایسی شے ہے جو انسان کو مشکل سے مشکل وقت میں بھی نجات دلا دیتی ہے.... پس جس قدر انسان صدق کو اختیار کرتا ہے اور صدق سے محبت کرتا ہے اسی قدر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے کلام اور انبیاء کی محبت اور معرفت پیدا ہوتی ہے۔

(ملفوظات اول ص 370)

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو بت کے مقابل پر رکھا ہے۔ اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بت ہی ہے۔ اس بت کے توڑنے کے لئے مسلسل کوششوں اور جدو جہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ سچائی کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرنا ایسا ہی ہے کہ انسان توحید حقیقی سے منہ موڑ کر شرک اور بت پرستی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جیسے بت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ویسے ہی جھوٹ کے نیچے بجز ملمع سازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار اسقدر کم ہو جاتا ہے کہ اگر سچ کہیں تب بھی خیال آتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ جو لوگ جھوٹ بولنے کے عادی ہیں ان کو اس بد عادت سے بچنے کے لئے مسلسل کوشش کرنی ہوگی۔ کیوں کہ ایسے لوگوں سے دانستہ بھی اور نادانستہ بھی جھوٹی باتیں صادر ہوتی ہیں۔ جھوٹ پکڑے جانے پر اپنی بچاؤ کے لئے مزید جھوٹ بولنے لگتے ہیں۔ اس طرح ایک جھوٹ بے شمار بچے پیدا کر دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ سارا معاشرہ گندا ہو جاتا ہے۔

اس لئے جھوٹ کے استیصال کے لئے اور جماعت مؤمنین سے اسے جڑھ سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے انفرادی کوششوں کی ضرورت ہے۔اور تنظیمی لحاظ سے بھی بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔اس لحاظ سے اپنی اولاد دوستوں اور عزیزوں اور پڑوسیوں کی نگرانی کی ضرورت ہے۔

اصلاح احوال کے لئے سب سے اہم اور بنیادی نکتہ ترک کذب ہی ہے۔ جھوٹ کو چھوڑنے سے انسان رفتہ رفتہ دیگر کمزوریوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور ایک نیک صالح انسان بن جاتا ہے اور خدا کا بھی وہ محبوب ہوتا ہے۔اور لوگ بھی ان سے محبت ومودت پیار اور اعتماد کا رشتہ جوڑتے ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ کتب احادیث میں درج ہے۔واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور صداقت اسلام سے متاثر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر کے مسلمان ہوا۔بعدازاں اس شخص نے حضور کی خدمت میں عرض کی۔

میں بہت سے ایسے گناہوں میں ملوث ہوں جن کا ترک کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: 'ہل تعاہدنی علی ترک الکذب' کیا آپ میرے ساتھ جھوٹ چھوڑ دینے کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔اس نے کہا ہاں اور دل میں یہ سوچا کہ 'ماہون ما طلب منی ہٰذا النبی الکریم' اس نبی کریم نے مجھ سے جس بات کا مطالبہ فرمایا ہے کسقدر آسان ہے۔پھر وہ شخص چلا گیا بعدازاں اس کے دل میں حسب سابق چوری کرنے کا خیال آیا۔اس نے دل میں سوچا اگر میں چوری کروں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے دریافت فرماتے تو میں کیا جواب دونگا۔اگر میں ہاں میں جواب دوں گا تو قرآنی حکم کے مطابق جو بھی سزا ہوگی وہ لاگو ہوگی۔اور میں نہیں کہوں گا تو میں جھوٹ کا مرتکب ہونگا حالانکہ میں نے جھوٹ چھوڑنے کا عہد کیا ہوا ہے تو میرے لئے بہتر یہی ہے کہ چوری سے دور رہوں۔پس وہ چوری سے باز رہا۔اس طرح جب بھی کسی گناہ کے ارتکاب کا خیال کرتا تو ہو اس معاہدہ کو یاد کرتا اور ایک ایک بدی سے دور رہتا۔رفتہ رفتہ جھوٹ چھوڑنے کی برکت سے اسکی مکمل اصلاح ہوئی اور وہ نیک لوگوں میں سے بن گیا۔

دیکھئے یہ واقعہ ہمارے لئے کس قدر سبق آموز ہے۔حقیقت یہی ہے کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔جھوٹ کے ارتکاب سے انسان رفتہ رفتہ دیگر معاصی کا مرتکب ہو جاتا ہے بالآخر واصل جہنم ہو جاتا ہے۔اس تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایات موجود ہیں۔

بطور نمونہ ایک دو حدیث پیش ہیں۔

عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انبئکم بأکبر الکبائر ثلاثا قالوا بلیٰ یارسول اللہ قال الا شراك باللہ وعقوق الوالدین وجلس وکان متکئاً فقال الا وقول الزور فما زال یکررہا حتی قلنا لیتہ سکت.

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں اور صحابہ کو متوجہ کرنے کے لئے آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دوہرائے۔صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ آپ ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔آپ نے فرمایا تو پھر سنو۔کہ سب سے بڑا گناہ خدا تعالیٰ کا شرک ہے اور پھر دوسرے نمبر پر سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی اور ان کی خدمت کی

طرف سے غفلت برتتا ہے۔اور پھراور یہ بات کہتے ہوئے آپ تکئے کا سہارا چھوڑ کر جوش کے ساتھ بیٹھ گئے اور پھر فرمایا اچھی طرح سن لو کہ اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔اور آپ نے اپنے ان آخری الفاظ کو اتنی دفعہ دوہرایا کہ ہم نے آپ کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے دل میں کہا کہ کاش اب آپ خاموش ہو جائیں اور اتنی تکلیف نہ اٹھائیں۔

اس حدیث میں تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا بیان کیا گیا ہے۔ جھوٹ کے نتیجہ میں انسان کے دل میں بدی کا درخت پنپتا اور ترقی کرتا اور نشوونما پاتا ہے۔اور اسی جھوٹ کی وجہ سے انسان دیگر تمام گناہوں پر دلیر ہوتا ہے۔جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے مختلف گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم،قال ان الصدق یھدی الی البر ان البر یھدی الی الجنة وان الرجل لیصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقاً وان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار، وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذاباً۔

(بخاری 6094 مسلم 2607)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کو لازم پکڑو۔کیونکہ سچ نیکی کی ہدایات کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔اور جب کوئی شخص سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کی تلاش کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیوں کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔اور جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش کرتا ہے تو وہ خدا کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے۔

ایک اور جگہ حضور نے فرمایا:

"ملعون ملعون من کذب" یعنی جس نے جھوٹ بولا وہ معلون ہے ملعون

جیسا کہ میں نے مضمون کے شروع میں بتایا تھا کہ اس وقت ساری دنیا میں تمام مکاتب فکر میں تمام طبقات میں تمام شعبہ ہائے زندگی میں سچائی کا خلق مفقود ہو رہا ہے۔نادرالوجود بن چکا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے دوبارہ قائم کریں اور ایسے رنگ میں قائم کریں کہ ہم میں کوئی بھی ایسا شخص نہ رہے جو جھوٹ بولتا ہو ہم میں سے ہر ایک سچائی کے بلند و بالا معیار پر فائز ہو۔

سیدنا حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ 9 فروری 96ء میں فرماتے ہیں:

" جھوٹ کے خلاف ایک عالمی جہاد کی ضرورت ہے جو ہمارے گھروں سے شروع ہوگا ہمارے نفوس سے شروع ہوگا.... جھوٹ کے خلاف جو جہاد کرتا ہے اس کا جھنڈا جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں تھمایا گیا ہے۔اگر آپ نے اس جھنڈے کو گرنے دیا تو کوئی ہاتھ نہیں ہوگا جو اس کو اٹھا سکے گا اس لئے ساری دنیا میں جھوٹ کے خلاف جہاد جاری رکھیں اور یہ جہاد اپنے نفوس سے شروع ہوگا اپنے گھروں سے شروع ہوگا....پس جھوٹ سے خود بھی اجتناب

کریں اور اپنے بچوں پر بھی نظر رکھیں اپنی بیوی پر اپنے ماحول اپنے گردوپیش اپنے دوستوں پر کہ ان کی جو عادت بن گئی ہے روز مرہ جھوٹ بولنے کی اس سے وہ باہر نکل آئیں..."

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

زین الدین حامد

وصـــــایـــــا

وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر مطلع کریں
(سیکریٹری کارپرداز)

وصیت نمبر 15106

میں امجد لطیف ولد مکرم محمد عبداللطیف صاحب مرحوم قوم راجپوت پیشہ ٹیچر عمر 58 سال پیدائشی احمدی ساکن جے پور ضلع جے پور صوبہ راجستھان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ 1.4.2000 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وقت میری کل منقولہ و غیر منقولہ جائداد کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔

۱۔ میری ذاتی کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔

۲۔ میری آبائی جائیداد میں ایک مکان واقع جے پور راجستھان میں ہے۔

۳۔ جس میں اس وقت میری رہائش ہے کل رقبہ 1650 گز ہے مکان اندازاً 800 گز میں ہے۔ اس جائیداد میں چار بہنیں تین بھائی حصہ دار ہیں۔ ابھی جائیداد تقسیم نہیں ہوئی ہے۔ تقسیم ہونے کے بعد میرے حصہ میں جو جائیداد آئے گی اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو کردوں گا۔ اس وقت مذکورہ جائیداد کی مبلغ 80 ہزار روپے کی قیمت ہوگی۔

میں مذکورہ بالا جائیداد کے 1/10 حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ سکول چلا رہا ہوں۔ ماہوار مبلغ دس ہزار روپے آمد ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی آمد کا 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔ انشاء اللہ

اس کے علاوہ اگر مزید کبھی کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہوں گا۔ انشاء اللہ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
ملک محمد مقبول طاہر	امجد لطیف	عطاء اللہ نصرت

وصیت نمبر 15107

میں زرین امجد زوجہ امجد لطیف صاحب قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر 50 سال پیدائشی احمدی ساکن جے پور ڈاکخانہ جے پور ضلع جے پور صوبہ راجستھان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ 1.4.2000 حسب ذیل وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔

۱۔ حق مہر بذمہ خاوند مبلغ -/5000 روپے

۲۔ کانٹے طلائی وزن 4.490 موجودہ قیمت 1270.00

۳۔ چین طلائی وزن 4.360 موجودہ قیمت 2000.00

۴۔ انگوٹھی طلائی وزن 2.00 موجودہ قیمت 1000.00

غیر منقولہ جائیداد میں آبائی جائیداد پٹنہ بہار میں ایک فلیٹ ہے اس میں ایک بھائی 2 بہنیں حصہ دار ہیں جس کی اندازاً مبلغ دس لاکھ روپے قیمت ہوگی۔

مذکورہ بالا جائیداد کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ میرا بذریعہ آمد آبائی جائیداد از پٹنہ فلیٹ سے مبلغ ایک ہزار روپے ماہوار کرایہ ملتا ہے اس طرح میرے بھائی مجھے بچوں کے اخراجات کے لئے مبلغ -/3500 روپے ماہوار بھجواتے ہیں اس طرح میری کل ماہوار آمد مبلغ -/4500 روپے بنتی ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنی آمد کا 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتی رہوں گی۔ انشاء اللہ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد اور آمد نہیں ہے۔

اگر مذکورہ بالا آمد و جائیداد کے علاوہ کبھی مزید کوئی آمد یا جائیداد پیدا کروں گی تو اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتی رہوں گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ العمل ہوگی۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
ملک محمد مقبول طاہر	زرین امجد	عطاء اللہ نصرت

وصیت نمبر 15108

میں پی محمد علی ولد پی ایم عبدالرحمٰن قوم مسلمان پنشنر عمر 61 سال تاریخ بیعت 7.4.2000 ساکن ایڑاوانا ڈاکخانہ ایڑاوانا ضلع مالا پالم صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و کراہ آج بتاریخ 21.9.2000 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وقت میری کل منقولہ و غیر منقولہ 9 سینٹ زمین اور اس میں ایک گھر ہے۔ جس کی موجودہ قیمت 30,000 ہے۔ اور اس وقت میری ماہوار آمد

6253 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی آمد کا 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔

مذکورہ بالا جائیداد میں میری بیوی کا 1/6 حصہ ہے۔ بقیہ جائیداد خاکسار کی ہے آبائی جائیداد احمدیت قبول کرنے سے بہت مل چکی تھی جو بچوں کی تعلیم میں صرف ہوئی۔ ابھی آبائی جائیداد میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ مذکورہ بالا جائیداد آمد کے علاوہ اگر مزید بھی کوئی آمد یا جائیداد پیدا کروں اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی میری وصیت حاوی ہوگی۔

میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ العمل کی جائے۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
وسیم احمد صدیقی	پی محمد علی	ن کے عبد الغفار

وصیت نمبر 15109

میں محمد ابراہیم ناصر ولد محمد موسیٰ صاحب درویش قوم احمدی پیشہ تجارت عمر 30 سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر وکراہ آج بتاریخ 1.07.2000 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اس وقت میری جو دکان ہے اس میں جو سرمایہ لگا ہوا ہے اس سے جو بھی آمد ہوگی اس کا 1/10 حصہ بطور حصہ وصیت ادا کرتا رہوں گا۔ اوسطاً میری ماہوار آمد -/5000 روپے ہے یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
محمد لطیف	محمد ابراہیم ناصر	محمد انعام ذاکر

وصیت نمبر 15110

میں امۃ الرؤف زوجہ محمد ابراہیم ناصر قوم احمدی پیشہ خانہ داری عمر 32 سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاک خانہ قادیان ضلع گورداسپور، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1-7-2000 حسب ذیل وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وقت میری منقولہ وغیر منقولہ جائداد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حق مہر بذمہ خاوند -/35000 روپے نقدی -/4000 طلائی زیور جو ذیل کے مطابق موجود ہے -/33350 روپے کل میزان -/72350 روپے۔

تفصیل	وزن	قیمت
سونے کی چوڑیاں	22.780	8715
سونے کی تین انگوٹھیاں	12.200	4665
سونے کی ایک چین	20.380	8250
سونے کے کانٹے	8.400	3210
سونے کا ہار	20.450	7360
بالیاں ایک جوڑی	2.550	975
کوکا ناک	0.400	0175
میزان		**33350.00**

4۔ جیب خرچ کے طور پر مجھے خاوند کی طرف سے ماہوار -/500 روپے ملتے ہیں۔ اس آمد کا 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتی رہوں گی۔

5۔ ایک مکان جو میرے والد صاحب کا ہے جو ہم بھائی بہنوں میں بھی مشترک ہے۔ جب بھی مکان کے حصہ رسدی میں جو بھی رقم ملے گی دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کر دیا جائے گا۔ یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
محمد لطیف	امۃ الرؤف	محمد ابراہیم ناصر

وصیت نمبر 15111

میں شاہین اختر زوجہ ڈاکٹر دلاور خان قوم احمدی پیشہ خانہ داری عمر 33 سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گرداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1-8-2000 حسب ذیل وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل منقولہ وغیر منقولہ جائداد کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ اس وقت میری غیر منقولہ کوئی جائداد نہیں ہے۔ منقولہ جائداد درج ذیل ہے۔

1۔ حق مہر بذمہ خاوند -/6000 روپے۔

2۔ زیور طلائی (۱) ایک عدد چین 12.610 گرام -/4845 (۲) ایک عدد ہار 14.180 گرام -/5130 روپے (۳) ایک جوڑی کانٹے 4.960 گرام 1800 روپے۔ (۴) دو جوڑی بالیاں 10.430 گرام -/4007 روپے۔ (۵) ایک عدد کوکا 0.28 گرام -/120 روپے۔

کل میزان =/15902 روپے۔

3۔ زیور نقرئی (۱) ایک جوڑی کڑے 16.680 گرام 90 روپے۔ (۲) ایک سیٹ چاندی 48.900 گرام 235 روپے۔ (۳) ایک 130 stone

set روپے۔

کل میزان نقرئی زیور-/455 روپے

4۔اس کے علاوہ خاکسارہ سلائی کا کام کرتی ہے جس سے اندازاً 300 روپے ماہوار آمد ہوتی ہے۔میں اپنی آمد 1/10 حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ آئندہ اگر مزید کوئی آمد یا جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
دلاور خان	شاہین اختر	گیانی عبداللطیف

نماز کو قائم کریں اور اپنے دوستوں اور حلقہ احباب کو نماز قائم کرنے کی تلقین کرتے رہیں۔(شعبہ تربیت مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

WARRAICH CALL POINT

WARRAICH CALL POINT

NATIONAL & INTERNATIONAL CALL OFFICE

Fax Facility Sending & Recieving Here

Fax open in 24 Hours.

OWNER :

MEHMOOD AHMAD NASIR

Moh. : Ahmadiyya, Qadian - 143516

Ph. : 0091 - 1872 - 72222

Fax : 0091 - 1872 - 71390

Ph. (R) : 0091 - 1872 - 70286

QURESHI ASSOCIATES

Manufacturer-Exporter-Importer of High Quality Leather, Silk & Cotton Garments, Indian Novelties & All Kinds of Indian Products :-

Contact Person :

M. S. Qureshi

Prop.

Ph. : 0091 - 11 - 3282643

Fax : 0091 - 11- 3263992

Postal Address :

4378/4B Ansari Road

Darya Ganj

New Delhi - 110002

India